Regd No P 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ
بدر
قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۳/۵۰ روپے
ممالک غیر
۷/۵۰ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۱۱ | ۷ / احسان ۱۳۴۱ ہش | ۴ / محرم الحرام ۱۳۸۲ھ | ۷ / جون ۱۹۶۲ء | نمبر ۴۳

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲ / جون (بوقت ۸ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۵ / جون۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب مورخہ ۳۱ / مئی کو چند روز کے لئے حیدرآباد دکن تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں آپ کا ہر طرح سے حافظ و ناصر ہو۔ اور بخیریت قادیان واپس لائے۔ آمین۔

جماعت احمدیہ اور دعوت مباہلہ

قصبہ سرو ضلع بالاسور (اڑیسہ) کے غیر احمدیوں کی طرف سے مباہلہ کی دعوت اور مباہلہ کا انعقاد

از جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ قادیان

جماعت احمدیہ کا غیر احمدی مسلمانوں سے جن عقائد میں اختلاف ہے۔ ان میں قرآن و حدیث اور آئمہ و فقہائے امت کے اقوال سے جماعت احمدیہ اپنے عقائد کی صحت کی دعویدار ہے۔ اور ہمیشہ دوستانہ طور پر اور پر امن ماحول میں غیر احمدی مسلمانوں اور ان کے علماء سے تبادلۂ خیالات کو پسند کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے برادران اسلام کی رشد و ہدایت انکے متقی اور باعمل مسلمان بننے اور اشاعت اسلام کی توفیق پانے کے لئے دعا گو رہتی ہے۔

جماعت احمدیہ کا غیر احمدی مسلمانوں سے ایک اختلاف اس امر میں ہے کہ مسلمان کیوں مثیل مسیح کے ظہور کی پیشگوئیوں کو حضرت مسیح موسوی علیہ السلام پر منطبق کرتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کی اصلاح کے لئے مسیح ناصری کی دوبارہ آمد کے منتظر ہیں۔ اور انکے آسمان پر بجسد عنصری زندہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور پھر ان کا یہ اعتقاد آیت "خاتم النبیین" کے منافی نہیں جبکہ اس کے بالمقابل جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ نصوص قرآن و احادیث اور آئمہ سلف کے اقوال سے وفات مسیح علیہ السلام واضح اور بین طور پر ثابت ہے۔ اور احادیث و آثار میں جو پیشگوئیاں نزول مسیح کے متعلق ہیں۔ ان سے مسیح ناصری مراد نہیں بلکہ امت محمدیہ میں سے کسی فرد کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اتباع سے مثیل مسیح کے طور پر ظاہر ہونا مراد ہے۔ اور اسی زمانہ میں غیر مذاہب کے حملوں کی مدافعت اور اشاعت و ترقی و تبلیغ اسلام اور امت کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مہدی موعود اور مسیح موعود کے طور پر مبعوث فرمایا ہے۔

غیر احمدی مسلمانوں اور ان کے علماء سے ہم یہی درخواست کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ وہ تحمل اور بردباری سے ہمارے خیالات سنیں اور اپنے خیالات سنائیں۔ اور سنجیدگی سے ان پر غور کریں۔ لیکن افسوس ہے کہ بسا اوقات علماء کی طرف سے عامۃ المسلمین کو جماعت احمدیہ کے خلاف بھڑکا کر فتنہ و فساد برپا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور بحث و مباحثہ اور تبادلہ خیالات کے طریق کو ترک کر کے مباہلہ کے لئے احباب جماعت کو چیلنج دیا جاتا ہے۔ اور مجبور کیا جاتا ہے۔

ماہ مارچ کا واقعہ ہے کہ قصبہ سرو ضلع بالاسور (اڑیسہ) کے بعض غیر احمدی مسلمانوں نے احمدیوں کو مباہلہ کے لئے بار بار چیلنج دیا۔ اور اس موضوع پر ان کی طرف سے ایک پمفلٹ بھی مباہلہ کے لئے شائع کیا گیا۔ جب ان کی طرف سے سرو کے مقامی احمدیوں کو مباہلہ کے لئے بہت تنگ کیا گیا تو انہوں نے نظارت دعوت و تبلیغ قادیان سے درخواست کی کہ سلسلہ کی طرف سے مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ کلکتہ کو مباہلہ کی بات چیت کے لئے سرو بھجوایا جائے۔ لہذا نظارت نے مولوی صاحب موصوف کو ۲۵ / مارچ جو مباہلہ کے لئے تاریخ مقرر کی گئی تھی) سرو پہنچ کر صورت حال کا جائزہ لینے کی ہدایت بھجوا دی۔ مولوی بشیر احمد صاحب سرو تشریف لے گئے۔ غیر احمدیوں کی طرف سے بریلوی علماء مولوی حبیب الرحمان صاحب اور مولوی عبدالقدوس صاحب ساکنہ کٹک آئے ہوئے تھے۔ پولیس کا بھی مناسب انتظام تھا۔ اس تعلق میں مولوی بشیر احمد صاحب فاضل اطلاع دیتے ہیں:

"کہ ان کے اور غیر احمدی علماء کے درمیان بعض اُن امور پر جو جماعت احمدیہ کی طرف غلط طور پر منسوب کئے جاتے اور توڑ مروڑ کر پیش کئے جاتے ہیں بحث ہوتی رہی۔ لیکن غیر احمدیوں کا مطالبہ تھا کہ ہم مرزا صاحب کو نعوذ باللہ اپنے دعوے میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اسلئے ہم مباہلہ کریں گے اور انہوں نے اپنے اس موقف پر اصرار کیا۔ اسپر انہیں کہا گیا۔ کہ آپ کا چیلنج ہم قبول کرتے ہیں۔ لیکن مباہلہ سے قبل ایک دوسرے کے عقائد کا تفصیلی علم ہونا ضروری ہے۔ تاکہ فریقین پر تمام حجت ہو جائے۔ اس پر مولوی بشیر احمد صاحب نے اپنے عقائد کی وضاحت کے لئے تقریر شروع کی جس پر مولوی حبیب الرحمان صاحب نے کہا کہ ہمیں آپ کے عقائد کا علم ہے اور ہم مرزا صاحب کو جھوٹا سمجھتے ہیں جھوٹا سمجھتے ہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ غیر احمدی حاضرین نے اس کی تائید کی۔ اور کہا کہ ہمیں آپ کے عقائد معلوم ہیں۔ اور ہم مباہلہ چاہتے ہیں۔ اور ہمیں مرزا صاحب کے سچے اور جھوٹے ہونے پر مباہلہ کرنا ہے۔ کیونکہ ہم مرزا صاحب کو جھوٹا مدعی سمجھتے ہیں۔ اس پر مباہلہ کا فیصلہ ہوا اور دونوں طرف سے مباہلہ میں شامل ہونے والوں کی فہرست تیار کرنی شروع کی گئی۔ ہماری طرف سے ۱۸ افراد اور غیر احمدیوں کی طرف سے ۲۲ افراد کی فہرست تیار ہوئی۔ مولوی حبیب الرحمان صاحب جو غیر احمدیوں کی طرف سے ساری گفتگو اور تقریر کرتے رہے۔ انہوں نے اپنا نام مباہلہ کی فہرست میں درج کرانے سے انکار کر دیا اس لئے ان کے ایک شاگرد مولوی عبدالقدوس صاحب آف کٹک نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ہماری طرف سے مباہلہ کے انتظار کرنے کے لئے ایک سال کی مدت پیش کی گئی۔ لیکن غیر احمدیوں میں سے عوام نے کہا کہ اتنی لمبی مدت کی کیا ضرورت ہے۔ صرف پندرہ دن میعاد کافی ہے۔ بعض نے کہا کہ صرف سات دن۔ بعض نے کہا کہ آج ہی عذاب آنا چاہیئے۔ اس پر ہمارے مبلغ مولوی بشیر احمد صاحب نے ان لوگوں سے کہا کہ آپ عذاب طلب کرنے میں کیوں جلدی سے کام لیتے ہیں۔ آخر جب مولوی حبیب الرحمان صاحب سے دریافت کیا گیا کہ مدت مباہلہ کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے۔ تو انہوں نے ایک سال کی مدت کو تسلیم کیا۔ چونکہ مولوی حبیب الرحمان صاحب جو غیر احمدیوں کی طرف سے بطور نمائندہ پیش ہو رہے تھے وہ مباہلہ کی فہرست میں اپنا نام شامل کرنے پر رضامند نہ ہوئے۔ اس لئے مندرجہ شمارہ مولوی [illegible] صاحب فاضل بھی

پبلشر صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے ... آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

مباہلین میں شامل نہ ہوں۔ اس کے بعد احمدیوں کی طرف سے ۱۸ افراد کی اور غیر احمدیوں کی طرف سے ۲۲ افراد کی بہت مرتب کی گئی۔ اور مولوی عبد القدوس صاحب نے مباہلہ کی کارروائی سرانجام دی۔

سب سے پہلے مولوی عبد القدوس صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قبلہ رو کھڑے ہو کر یہ حلف لیا کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو سچا نبی نہیں مانتے۔ اگر وہ سچا نبی ہے تو ہم پر خدا کا عام غضب شدید ایک سال کے اندر نازل ہو۔ قبلہ رو ہو کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کی گئی اور سب نے آمین کہی۔

اس کے بعد احمدیوں نے قبلہ رو ہو کر بلند آواز سے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی اور کہا کہ ہم حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں مرتبہ نبوت پر فائز سمجھتے ہیں۔ اگر وہ اپنے دعوے میں نعوذ باللہ جھوٹے ہیں تو ہم پر ایک سال کے اندر عذاب نازل ہو۔ اور سب نے آمین کہی۔

جس وقت مباہلہ کی کارروائی ہوئی مجمع پر سناٹا اور خاموشی طاری تھی۔ مباہلہ کے بعد سب لوگ خاموشی کے ساتھ وہاں سے چلے گئے۔ اور احمدی دوست بھی معہ ورک آ گئے۔ اس مباہلہ کی ایک سال کی میعاد ۲۴؍مارچ ۱۹۶۳ء کو ختم ہوگی۔ مباہلہ میں شامل ہونے والے احمدی و غیر احمدی افراد کی فہرست درج ذیل ہے

فہرست احمدی احباب

۱۔ مولوی محمد حسن صاحب ولد سید جواہر علی صاحب
۲۔ مولوی سید غلام مہدی صاحب ولد سید صمصام علی صاحب۔
۳۔ مولوی محمد یونس صاحب ولد سید حسن علی صاحب
۴۔ مولوی محمد ہارون صاحب ولد مولوی محمد بشیر الدین صاحب
۵۔ جناب عبد الرب صاحب بی۔ اے ولد شیخ عبد الصمد صاحب
۶۔ محمد سلیم صاحب ولد محمد عثمان نور صاحب
۷۔ صادق علی صاحب ولد برکت علی صاحب
۸۔ محمد علی شاد صاحب ولد رمضان شاہ صاحب
۹۔ سید محمد ذکریا صاحب ولد سید حسن علی صاحب
۱۰۔ ملک محمد صاحب ولد محمد علی شاہ صاحب
۱۱۔ شیخ غلام الدین صاحب ولد شیخ شمس الدین صاحب
۱۲۔ شبیر علی صاحب ولد جمشید خان صاحب
۱۳۔ عبد الستار صاحب ولد معصوم خان صاحب۔
۱۴۔ عبد الحکیم صاحب ولد اسد علی خان صاحب
۱۵۔ شیخ غلام ہادی صاحب ولد شیخ کفایت علی صاحب
۱۶۔ محمد انور صاحب ولد ضیاء الدین صاحب
۱۷۔ شیخ عمران صاحب ولد شیخ نذیر محمد صاحب
۱۸۔ شیخ قمر الدین صاحب ولد شیخ نظام الدین صاحب

فہرست غیر احمدی افراد

۱۔ محمد عبد القدوس صاحب ابن سید محمد علی صاحب مرحوم ۲۔ سید شمشاد علی صاحب ابن سید علی صاحب مرحوم ۳۔ نصیر الدین شاہ صاحب ابن حکیم الدین شاہ صاحب ۴۔ سید بشیر الدین صاحب ابن الہٰی ارشاد صاحب ۵ سید تکیہ الدین صاحب ابن حاجی سید ریاض الدین صاحب ۶ شیخ زکریا صاحب ابن شیخ صاحب ۷ برکت اللہ صاحب ابن عبد الجبار صاحب ۸ شیخ ظہور الحق صاحب ابن شیخ حسن علی صاحب ۹ ابو الکلام صاحب ابن مون شاہ صاحب ۱۰۔ خلیل الرحمان صاحب ابن شیخ عبدول صاحب۔
۱۱۔ مولوی شوکت علی صاحب ابن محمد ہاشم صاحب ۱۲ مولانا عبید الرحمان صاحب ابن عبد الستار صاحب ۱۳ شیخ سفیان صاحب ابن فان محمد صاحب ۱۴۔ حافظ شوکت علی صاحب ابن امداد صاحب۔
۱۵۔ محمد عثمان صاحب ابن عین کورل صاحب ۱۶۔ ارشد علی خان صاحب ابن رنگباز علی خان صاحب ۱۷۔ سید وزیر شاہ صاحب ابن رسول شاہ صاحب ۱۸ شیخ ثناء اللہ صاحب ابن شیخ ولو صاحب ۱۹۔ سید رمضان علی صاحب ابن امام بخش صاحب ۲۰۔ عبد الرشید خان صاحب ابن جمشید علی خان صاحب ۲۱ ابو الحسن صاحب ابن محمد حسن صاحب ۲۲۔ شیخ محمد الیاس صاحب ابن شیخ شجاعت علی صاحب۔

یہ حالات اور مباہلہ کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد جو قصبہ سرو ضلع بالاسور اڑیسہ کے احمدیوں و غیر احمدیوں کے مابین صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک سال کی میعاد پر ہوا۔ تمام مخلصین جماعت۔ صحابہ کرام اور درویشان قادیان سے درخواست ہے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور پر زور توجہ۔ عاجزی اور زاری سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے متعلق اس مباہلہ کے نتیجہ میں ایسے روشن نشان ظاہر کرے۔ جو جماعت کی ترقی اور دوسروں کے لئے ہدایت اور ناخدا ترس معاندین کے لئے تازیانہ عبرت کا باعث ہوں اور برادران اسلام اللہ تعالےٰ کے فرستادہ پر ایمان لا کر اسلام کی ترقی و سربلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں اور دینی و دنیاوی لحاظ سے اللہ تعالےٰ انہیں احمدیت کی قیادت میں پھر سے عروج عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار:-

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی علالت

احباب جماعت خاص توجہ سے صحتیابی کیلئے دعائیں کریں

ہفتہ زیر اشاعت محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کی شدید علالت کی اطلاع بذریعہ اخبار الفضل موصول ہوئی۔ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف ۲۷؍مئی کی شب ساڑھے ۸ بجے جبکہ مسجد مبارک ربوہ میں یوم خلافت کے جلسہ میں تشریف فرما تھے اچانک آپ کو درد قولنج (Abdominal colic) کی تکلیف ہوگئی آپ فوراً گھر تشریف لے گئے اور محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے معائنہ کے بعد دوائی تجویز کیں ۲۹؍مئی کو انیما کے بعد کچھ ریح خارج ہوا جس سے قدرے فرق پڑ گیا۔ مورخہ ۳۰؍مئی کو شام کے وقت علاج کی غرض سے آپ لاہور تشریف لے گئے جہاں ایکسرے لیا گیا خون بھی ٹیسٹ کیا گیا۔ اغلب خیال ہے کہ درد کا دورہ اپنڈے سائیٹس کی وجہ سے تھا خیال یہ ہے کہ اپنڈکس پھٹ گئی ہے جو بڑی پیچیدہ بات ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل سے بیماری کنٹرول میں آ گئی ہے۔

اخبار الفضل میں شائع شدہ تازہ ترین اطلاع (بوقت ۹ بجے شب) کی رپورٹ مظہر ہے کہ رات طبیعت نسبتاً بہتر رہی آج دن بھر افاقہ رہا البتہ پیٹ میں دائیں طرف درد محسوس ہوتا رہا ہے اور بائیں گردے میں ہلکی درد کی شکایت رہی عام طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے بہتر ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کے لئے احباب جماعت میں دعا کی تحریک کرتے ہوئے اپنے ایک اعلان مطبوعہ اخبار الفضل ۳/۶/۶۲ میں لکھا ہے:-

عزیزم مرزا ناصر احمد سلمہ کئی دن سے بیمار ہیں اور ربوہ میں بعض اوقات حالت تشویشناک ہو جاتی رہی ہے اب لاہور سے نسبتاً بہتر خبر آئی ہے۔ مخلصین جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے عزیز موصوف کو کامل شفاء عطا کرے اور ہم سب کی پریشانی دور فرمائے۔ آمین۔

چند دن سے میری اپنی طبیعت بھی علیل ہے۔ یعنی گرمی کے اوقات میں بخار ہو جاتا ہے اور بے چینی رہتی ہے اور اس کے علاوہ بائیں گردے میں درد ہے احباب کرام اس خاکسار کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر دو بزرگان کو اپنے فضل سے جلد صحت یاب فرمائے اور جماعت کی پریشانیاں دور کر کے بڑھ چڑھ کر خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی کلکتہ میں تشریف آوری

اور

احباب جماعت سے خطاب

(از مکرم محمد نور عالم صاحب احمدی رنگو سرائی)

۸؍مئی ۱۹۶۲ء کی شب کو مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بذریعہ طیارہ تشریف لائے۔ دوسرے دن صبح کو مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل، امیر جماعت احمدیہ کلکتہ نے احباب جماعت کا آپ سے تعارف کرایا۔ سہ پہر میں کلکتہ کے اہم مقامات کی سیر کی گئی۔ اُسی دن شام کو بعد نماز مغرب مکرم صاحبزادہ صاحب کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جلسہ کی کارروائی سے قبل آپ نے اکثر خدام سے نماز کی مسنون آیات و ترجمہ پوچھا۔ خدام بھی حسب لیاقت جواب دیتے رہے۔ بعد ازاں تقریر میں آپ نے فرمایا کہ جماعت کی آئندہ ترقی کا انحصار نوجوانوں کے مخلص اور پُر جوش ہونے پر ہے۔ نیز فرمایا فکر و عمل میں مومنانہ شان ہی مذہبی جماعت کی زندگی کا ثبوت ہے۔ جماعت اُس وقت تک پھیلتی چلی جائے گی جب تک کہ افراد جماعت کے اندر تبلیغ کی روح بیدار رہے گی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی اُس زریں تحریک کا آپ نے ذکر فرمایا جس میں حضور نے ہر احمدی کو سال میں ایک نیا احمدی بنانے کی تلقین فرمائی تھی۔ مکرم موصوف نے فرمایا کہ بھارت جیسے دیش میں چالیس کروڑ نفوس بستے ہیں۔ ان کو قبول حق پر آمادہ کرنے میں اگر موجودہ رفتار تبلیغ کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو چالیس ہزار سال لگیں گے جبکہ اس تمدنی دور کے آدم پر صرف ساڑھے چھ ہزار سال

اقتباس از تفسیر کبیر

ساری لذتیں غیب کے ساتھ ہیں اور ساری روحانیت کشف غیب کے ساتھ وابستہ ہے

اللہ تعالیٰ نے علم غیب کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر انسان کیلئے دو برکتیں پیدا کر دی ہیں!

پردہ غیب اور انکشاف غیب کے ایمان افروز پہلو۔

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اگر غور سے کام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے علم غیب کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر

انسان کے لئے ۲ دو برکتیں

پیدا کر دی ہیں۔ ایک برکت تو پردۂ غیب کی وجہ سے اُسے حاصل ہوتی ہے اور ایک برکت کشف غیب کی وجہ سے اُسے حاصل ہوتی ہے۔ پردۂ غیب کی وجہ سے جو برکت اُسے حاصل ہے وہ تو اس سے ظاہر ہے کہ انسان کی ساری زندگی جد و جہد سے تعلق رکھتی ہے اور جد و جہد کی ساری بنیاد ہی غیب پر ہے۔ اگر غیب کا پردہ حائل نہ ہو تو سعی و عمل کا تمام سلسلہ ختم ہو جائے۔ مثلاً بچے کو اُن کے والدین سکول میں پڑھنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ اور بعض اگر محنتی اور ذہین ہوں تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے

دنیا میں عزت

حاصل کریں گے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب اُن کا امتحان قریب آتا ہے تو اُن میں سے بعض لڑکے بیماریوں یا اچانک حادثات کی وجہ سے وفات پا جاتے ہیں اب اگر خدا تعالیٰ نے علم غیب اپنے ہاتھ میں نہ رکھا ہوتا اور ایک طالب علم کو یقینی طور پر معلوم ہوتا کہ میں نے پندرہ سال کی عمر کو پہنچ کر مر جانا ہے۔ تو وہ اُسی وقت سے مغموم رہنا شروع کر دیتا۔ اور اُس کے والدین بھی رونے پیٹنے لگ جاتے اور وہ اپنی عمر کو بالکل ضائع کر دیتا۔ لیکن پردۂ غیب کے حائل ہونے کی وجہ سے وہ برابر محنت کرتا چلا جاتا ہے۔ اور گو بعد میں آ کر وہ فوت ہو جاتا ہے مگر جس طرح ایک ٹوٹنے والے ستارے کی روشنی سے بھی کئی بھولے بھٹکے راہ پا لیتے اور کئی گڑھوں میں گرتے ہوئے سنبھل جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ دوسرے لڑکوں کے لئے ایسی روشنی چھوڑ جاتا ہے۔ جو ان کی

ترقی کا موجب

بن جاتی ہے۔ کیونکہ کئی لڑکے ایسے تھے جن کے سامنے اگر اُس کا وجود نہ ہوتا۔ تو وہ کبھی محنت نہ کرتے۔ انہوں نے اگر محنت کی تو اسی لئے کہ اُس لڑکے کی محنت اور ذہانت کو دیکھ کر اُن کے دلوں میں بھی رشک پیدا ہوا تھا۔ اور اُنہوں نے بھی تعلیم میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ اور رفتہ رفتہ وہ ترقی کر گئے۔

اسی طرح انسان اپنے دوستوں اور رشتہ داروں میں پھرتا ہے جن میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی دوستی خود غرضانہ ہوتی ہے۔ یا وہ اپنے دل میں اُس کے خلاف کئی قسم کے منصوبے سوچتے رہتے ہیں یا اُس کے رشتہ دار بظاہر اس سے محبت کرتے ہیں لیکن وہ اپنے دلوں میں اُس کے بدخواہ ہوتے ہیں۔ اگر پردۂ غیب حائل نہ ہوتا اور انسان کو پتہ لگ جاتا کہ میرا فلاں دوست اپنے دل میں میرے متعلق اس قسم کے خیالات رکھتا ہے یا میرا فلاں رشتہ دار میرا بدخواہ ہے تو

ایک قیامت برپا ہو جاتی

جس گھر میں دیکھو لڑائی ہو رہی ہوتی ایک کہہ رہا ہوتا کہ تم نے میرے خلاف فلاں فلاں بات کیوں سوچی تھی اور دوسرا کہہ رہا ہوتا کہ تمہارے دل میں میرے خلاف اس قسم کے خیالات آ رہے تھے۔ بیوی خاوند سے ناراض ہوتی اور خاوند بیوی سے ناراض ہوتا۔ اور امن و سکون دنیا سے اُٹھ جاتا۔ پس پردۂ غیب جو اللہ تعالیٰ نے حائل کر رکھا ہے یہ اُس کی ایک بڑی رحمت ہے۔

پھر اگر پردۂ غیب نہ ہوتا تو لڑائیوں میں تمام دنیا تباہ ہو کر رہ جاتی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ

یعنی لڑائی لڑنے کا سارا کمال اس میں ہے کہ سب باتیں پردۂ اخفاء میں رہیں اور لڑنے والے اپنی سیاست اور تدبیر پر اعتماد کریں۔ لیکن اگر پردۂ غیب نہ ہوتا اور جنگوں میں ایک طرف والوں کو پتہ لگ جاتا کہ ہمارا دشمن اس وقت فلاں جگہ پر ہے تو وہ اپنی توپوں کا منہ اُسی طرف کر دیتے جدھر دشمن ہوتا اسی طرح دوسری طرف سے بھی توپوں کے گولے عین اُسی جگہ آ کر گرتے جہاں دشمن موجود ہوتا اور اس طرح کوئی شخص بھی نہ بچ سکتا۔ اب تو ایسا ہوتا ہے کہ اگر ایک لاکھ فوج میدان میں جاتی ہے تو اُس میں سے چند ہزار مر جاتے ہیں۔ اور باقی فوج صحیح و سلامت رہتی ہے۔ لیکن اگر پردۂ غیب نہ ہوتا اور فریقین کو ایک دوسرے کے حالات کا علم ہو جاتا۔ تو نہ تو زمین دشمن پہ بیٹھتا اور کوئی شخص بھی محفوظ نہ رہ سکتا۔ اسی طرح سائنس کی ترقی اور

علوم جدیدہ کے انکشاف کی بنیاد

بھی غیب پر ہی ہے۔ اگر ہر چیز ظاہر ہوتی تو سعی و عمل اور ایجادات کا تمام سلسلہ ختم ہو جاتا اور انسان ایک ناکارہ وجود بن کر رہ جاتا۔ غرض دنیا کے تمام کاروبار غیب پر چل رہے ہیں اگر غیب نہ رہے تو دنیا کا تمام کارخانہ بھی ختم ہو جائے اسی طرح روحانی عالم میں جزا و سزا کی بنیاد بھی پردۂ غیب پر رکھی گئی ہے۔ اگر پردۂ غیب ہٹا دیا جائے تو نہ نیکی قابل جزاء سمجھی جائے اور نہ بدی سے اجتناب قابل ثواب سمجھا جائے۔

ہم ایک دفعہ لکھنؤ گئے۔ وہاں ایک سرحدی مولوی عبدالکریم تھا۔ جو ہماری جماعت کا شدید مخالف تھا۔ اُس نے ہمارے آنے کے بعد ایک تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

ایک واقعہ

کو اُس نے نہایت تحقیر کے طور پر بیان کیا۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دلی گئے وہاں ہمارے ایک رشتہ دار تھے مرزا حیرت دہلوی تھے۔ اُنہیں ایک دن شرارت سوجھی اور وہ جعلی انسپکٹر پولیس بن کر آ گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ڈرانے کے لئے کہنے لگے کہ میں انسپکٹر پولیس ہوں۔ اور مجھے حکومت کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں آپ کو نوٹس دوں کہ آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں۔ ورنہ آپ کو سخت نقصان ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اس کی طرف توجہ نہ کی مگر جب بعض دوستوں نے تحقیق کرنی چاہی کہ یہ کون شخص ہے تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ اس واقعہ کو

مولوی عبدالکریم سرحدی

نے اس رنگ میں بیان کیا کہ دیکھو وہ خدا کا نبی بنا پھرتا ہے۔ مگر وہ دلی گیا تو مرزا حیرت انسپکٹر پولیس بن کر اُس کے پاس چلا گیا۔ وہ کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا (یہ بات بالکل جھوٹ تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نیچے دالان میں بیٹھے ہوئے تھے) جب اُس نے سُنا کہ انسپکٹر پولیس آیا ہے تو وہ ایسا گھبرایا کہ سیڑھیوں سے اُترتے وقت اُس کا پیر پھسلا اور وہ منہ کے بل زمین پر آ گرا۔ لوگوں نے یہ تقریر سُن کر قہقہے لگائے اور ہنستے رہے لیکن اُسی رات مولوی عبدالکریم کو خدا تعالیٰ نے پکڑ لیا۔ وہ اپنے مکان کی چھت پر سویا ہوا تھا کہ رات کو وہ کسی کام کے لئے اُٹھا اور چونکہ اُس چھت کی کوئی منڈیر نہیں تھی اور نیند سے اُس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اُس کا ایک پاؤں چھت سے باہر جا پڑا اور وہ دھڑام سے نیچے آ گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ اب دیکھو اگر اُس کو غیب کا پردہ نہ ہونے کی صورت میں پتہ ہوتا کہ مجھے

گستاخی کی یہ سزا

ملے گی۔ تو وہ کبھی گستاخی نہ کرتا۔ مگر پھر ایمان نہ آتا۔ گو ایسا ایمان اُس کے کسی کام نہ آتا کیونکہ جب غیب ہی نہ رہا تو ایمان کا کیا فائدہ۔ ایمان تو وہی کارآمد ہو سکتا ہے جو غیب کی حالت میں ہو۔ ثواب یا عذاب سامنے نظر آ رہا ہو تو ہر کوئی ایمان لا سکتا ہے حضرت ابوبکرؓ جب ایمان لائے تو یہ سمجھ کر ایمان لائے تھے کہ مجھے دین کے راستہ میں قربانیاں کرنی پڑیں گی اور ماریں بھی کھانی پڑیں گی۔ اگر پردۂ غیب نہ ہوتا۔ اور اُن کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ اُن کے لئے انعامات مقدر ہیں اور وہ ان انعامات کی لالچ میں ایمان لے آتے تو اُن کا ایمان کہاں رہتا اسی طرح حضرت عمرؓ جب ایمان لائے تو اُن کو یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ خلیفہ بنیں گے۔

بلکہ وہ تو اس ارادہ سے نکلے تھے کہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دوں گا۔ مگر جب اپنی بہن سے انہوں نے

قرآن کریم کے چند اوراق

لے کر پڑھے تو اُن پر حق کھل گیا۔ اور وہ ایمان لے آئے۔ اور اُن حالات میں ایمان لائے کہ وہ جانتے تھے کہ مجھے مسلمان ہو کر اپنی جان قربان کرنی پڑے گی۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ ایک خاموش طبع انسان تھے مگر اُن کی قربانیوں کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اُن کو ایسی عزت بخشی کہ صلح حدیبیہ کے وقت تمام صحابہؓ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی کہ یا رسول اللہ اگر مکہ میں کوئی شخص مکہ میں جانے کے قابل ہے تو عثمانؓ ہی ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضؓ مکہ گئے اور چونکہ اُن کی رشتہ داری مکہ میں بہت زیادہ تھی۔ رؤساء نے اُن سے کہا کہ آپ

کعبہ کا طواف کر لیں

مگر حضرت عثمانؓ نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم طواف نہیں کریں گے میں بھی نہیں کروں گا۔ حضرت عثمان رضؓ کو مکہ والوں سے بات چیت کرتے ہوئے دیر ہو گئی اور اندھیرا ہونے لگا۔ تو مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضؓ کو شہید کر دیا گیا ہے اسی لئے وہ ابھی تک واپس نہیں لوٹے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو آپؐ نے تمام صحابہؓ کو جمع کیا اور اُن سب سے بیعت لی۔ وہ ایک ہی بیعت تھی جو آپؐ نے موت کے نام پر لی۔ اس بیعت کے موقعہ پر آپؐ نے صحابہؓ سے یہ اقرار لیا کہ ہم دشمن کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹیں گے چاہے ہم سب کے سب مارے جائیں۔ جب سب صحابہؓ بیعت کر چکے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ اس وقت عثمانؓ یہاں نہیں ہے۔ اور ممکن ہے وہ مارا گیا ہو۔ لیکن چونکہ اس کے زندہ ہونے کا بھی امکان ہے اس لئے آپ نے اپنا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا۔ میں عثمان کی جگہ اپنا ہاتھ بیعت کے لئے رکھتا ہوں۔ اب دیکھو عثمانؓ کے لئے یہ

کتنا بڑا اعزاز

تھا۔ اس کے مقابلہ میں اگر اُن کی ہزار جانیں بھی قربان ہو جاتیں تو ہیچ تھیں لیکن اگر حضرت عثمانؓ کو پتہ ہوتا کہ مجھے یہ اعزاز ملنے والا ہے۔ اور میرے لئے فلاں فلاں انعامات مقدر ہیں اور وہ محض اُن انعامات کا لالچ کرتے ہوئے ایمان لے آتے تو اُن کے ایمان کی کیا حقیقت رہ جاتی۔

اسی طرح حضرت علیؓ جب ایمان لائے تو وہ ابھی بچے ہی تھے۔ اور وہ بھی سمجھ کر ایمان لائے تھے کہ مجھے اسلام کے لئے ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے پڑیں گے۔ یہاں تک کہ اگر جان قربان کرنے کا وقت آیا تو مجھے جان بھی خدا تعالےٰ کی راہ میں پیش کرنی پڑے گی۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتدا رسالت کے ابتدائی ایام میں ایک دعوت کی جس میں بنو عبد المطلب کو بُلایا تاکہ اُن تک پیغام حق پہنچایا جائے چنانچہ آپ کے بہت سے رشتہ دار اس دعوت میں شریک ہوئے۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے کھڑے ہو کر تقریر کرنا چاہی۔ مگر جب ابولہب نے ان سب لوگوں کو منتشر کر دیا اور وہ آپؐ کی بات سُنے بغیر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ آپؐ بہت حیران ہوئے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو دعوت کھا کر بھی بات نہیں سُنتے۔ مگر

آپؐ مایوس نہیں ہوئے

بلکہ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دوبارہ ان کی دعوت کی جائے۔ چنانچہ دوبارہ ان سب کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔ جب وہ سیر ہو کر کھا چکے تو آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالےٰ کا تم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اُس نے اپنا نبی تمہارے اندر بھیجا ہے۔ میں تمہیں خدا کی طرف بُلاتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانو گے تو تم دینی اور دنیوی نعماء کے وارث قرار پاؤ گے۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس کام میں میرا مددگار بنے گا۔ یہ سن کر ساری مجلس پر سناٹے کی سی حالت طاری ہو گئی۔ مگر یکلخت ایک کونے سے

ایک نو عمر بچہ

اُٹھا اور اُس نے کہا کہ گو میں ایک کمزور ترین فرد ہوں اور عمر میں سب سے چھوٹا ہوں مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ بچے حضرت علیؓ تھے۔ جنہوں نے اُس وقت اسلام کی تائید کا اعلان کیا اسی طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت علیؓ کو یہ عظیم الشان قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائی کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے لئے رات کے وقت اپنے گھر سے نکلنا چاہا۔ تو آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ تا کفار اگر جھانک کر دیکھیں تو انہیں یہ دکھائی دیتا رہے کہ کوئی شخص بستر پر سو رہا ہے۔ اور وہ تعاقب نہ کریں۔ اِدھر اُدھر نہ نکل کھڑے ہوں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہ مکان کے ارد گرد تو قریش کے چنیدہ نوجوان ہاتھ میں تلواریں لئے کھڑے ہیں اگر صبح کو انہیں معلوم ہوا کہ آپ کہیں باہر تشریف لے جا چکے ہیں تو مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ مجھے قتل کر دیں گے بلکہ وہ بڑے اطمینان کے ساتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے۔ اور آپؐ نے اپنی چادر اُن پر ڈال دی۔ جب صبح ہوئی اور قریش نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بجائے حضرت علیؓ آپؐ کے بستر سے اُٹھے ہیں تو وہ اپنی ناکامی پر دانت پیس کر رہ گئے۔ اور انہوں نے حضرت علی رضؓ کو پکڑ کر مارا پیٹا۔ مگر اس سے کیا بن سکتا تھا خدائی نوشتے پورے ہو چکے تھے۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سلامتی کے ساتھ مکہ سے باہر جا چکے تھے۔ اس وقت

حضرت علی رضؓ کو کیا معلوم تھا

کہ مجھے اس ایمان کے بدلہ میں کیا ملنے والا ہے۔ ہاں اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ اس قربانی کے بدلہ میں صرف حضرت علیؓ عزت نہیں پائیں گے بلکہ حضرت علی رضؓ کی اولاد بھی عزت پائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت علیؓ پر پہلا فضل تو یہ کیا کہ اُن کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف بخشا۔ اور دوسرا فضل اللہ تعالےٰ نے اُن پر یہ کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اُن کے لئے اتنی محبت پیدا کی آپؐ نے بارہا اُن کی تعریف فرمائی جب حضرت علی رضؓ بڑی عمر کو پہنچے ہوں گے تو اُن کو اللہ تعالےٰ کے یہ فضل دیکھ کر کتنا فخر محسوس ہوتا ہوگا۔ اور اُن کو کتنی راحت ہوتی ہوگی۔ پھر ایک دفعہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کسی جنگ کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو

مدینہ میں رہنے کا حکم

دیا۔ حضرت علیؓ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ چلے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى (ترمذی جلد ۲ ابواب المناقب) یعنی اے علیؓ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ یعنی ہارون کو بھی تو موسیٰ اپنے پیچھے چھوڑ کر چلے گئے تھے پھر کیا ہارون کی عزت کم ہو گئی تھی۔ اب دیکھو یہ اعزاز جو حضرت علیؓ کو حاصل ہوا۔ اس کے مقابلہ میں اُن کی قربانیاں کیا چیز تھیں۔ اسی طرح اس امت کے اکثر اولیاء اور صوفیاء حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہی تھے۔ اور پھر ان کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے ایسے ایسے معجزات ظاہر کئے کہ اُن کو دیکھ کر حیرت آتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ ہارون الرشید نے

ایک واقعہ

سُنا ہوا ہے کہ ہارون الرشید نے امام موسیٰ رضا کو کسی وجہ سے قید کر دیا۔ اور اُن کے ہاتھوں اور پاؤں میں رسیاں باندھ دی گئیں۔ اس زمانہ میں سپرنگدار گدیلے تو نہ تھے عام روئی کے گدیلے ہوتے تھے۔ ہارون الرشید بے محل میں آرام دہ گدیلوں پر سویا ہوا تھا۔ کہ اُس نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ اور آپؐ کے چہرہ پر غضب کے آثار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہارون الرشید تم ہم سے محبت کا دعوےٰ کرتے ہو۔ مگر تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم تو آرام دہ گدیلوں پر بے فکری کی نیند سو رہے ہو۔ اور

ہمارا بچہ

شدت گرما میں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے قید خانہ میں پڑا ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر ہارون الرشید بیتاب ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ اور ایک کمانڈر کو ساتھ لے کر اُسی وقت جیل خانہ میں گیا اور اپنے ہاتھ سے اُن کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیاں کھولیں۔ انہوں نے ہارون الرشید سے کہا۔ آپ تو اتنے مخالف تھے اب کیا بات ہوئی کہ خود چل کر یہاں آ گئے۔ ہارون الرشید نے

اپنا خواب سُنایا

اور کہا میں آپ سے معافی چاہتا ہوں میں اصل حقیقت کو نہ جانتا تھا۔ اب دیکھو اس زمانہ میں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضؓ کے زمانہ میں کتنا بڑا فاصلہ تھا۔ ہم نے کئی بادشاہوں کی اولادوں کو دیکھا ہے کہ وہ در بدر دھکے کھاتی پھرتی ہیں۔ میں نے خود دلی میں ایک سقہ دیکھا جو شاہان مغلیہ کی اولاد میں سے تھا۔ وہ لوگوں کو پانی پلاتا پھرتا تھا مگر اس میں اتنی حیا ضرور تھی کہ مانگتا کچھ نہ تھا۔ اور دوسری طرف حضرت علیؓ کی اولاد کو دیکھو کہ اتنی پشتیں گذرنے کے بعد بھی خدا تعالےٰ ایک بادشاہ کو رؤیا میں ڈراتا ہے اور اُن سے حسن سلوک کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اگر حضرت علیؓ کو اس اعزاز کا پتہ ہوتا

اور ان کو غیب کا علم حاصل ہوتا اور وہ محض اس عزت افزائی کے لئے اسلام قبول کرتے تو ان کا ایمان صرف سودا اور دکانداری رہ جاتا کسی انعام کا موجب نہ بنتا۔

اسی طرح حضرت خدیجہؓ جب ایمان لائیں تو اُن کو کیا معلوم تھا کہ اس ایمان کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کیا کچھ برکات مقدر کر رکھی ہیں۔ بیشک انہوں نے

اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

کے لئے اپنا تمام مال قربان کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ مکہ کی متمول ترین عورت ہوتے ہوئے غربت اور تنگدستی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئیں۔ اور شعب ابی طالب میں متواتر تین سال تک انہوں نے ایسی ایسی تکالیف برداشت کیں کہ انہی کے نتیجہ میں آپؓ وہاں سے نکلتے ہی انتقال فرما گئیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی قربانیوں کو قبول فرمایا کہ آج تک عالم اسلام اُن کا نام عزت اور ادب کے ساتھ لے رہا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اُن کی ایسی محبت ڈالی کہ جنگ بدر میں جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص جو ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے قید ہو کر آئے تو آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے جو ابھی مکہ میں ہی تھیں اُن کے فدیہ کے طور پر اپنے گلے کا ہار اُتار کر بھجوا دیا۔ یہ وہ ہار تھا جو حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپؐ کو حضرت خدیجہؓ یاد آ گئیں۔ اور آپؐ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے پھر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اگر تم چاہو تو خدیجہؓ کی یہ یادگار اُن کی بیٹی کے پاس محفوظ رہے۔

اسی طرح حضرت خدیجہؓ کی وفات کے کئی سال بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اپنے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ

حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہؓ

آپؐ سے ملنے کے لئے آئیں۔ اور دروازے پر کھڑے ہو کر انہوں نے کہا۔ کیا میں اندر آ سکتی ہوں۔ ہالہ کی آواز چونکہ حضرت خدیجہؓ سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ اس لئے اس آواز کے کان میں پڑتے ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ آپؐ بے تاب ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ آہ میرے خدا! یہ تو خدیجہؓ کی آواز معلوم ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر یہ احسان کیا کہ ابراہیمؑ کے سوا جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی باقی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ سے ہی پیدا ہوئی چنانچہ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آپؐ کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے تو سب بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ مگر حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت اُم کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ چاروں لڑکیاں زندہ رہیں۔ اور اسلام میں داخل ہوئیں۔ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بطن سے ہی پیدا ہوئے تھے۔ جو حضرت خدیجہؓ کی صاحبزادی تھیں۔ اور انہی کی اولاد آج سادات کہلاتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے انہیں اور اُن کی تمام نسل کو اپنے

غیر معمولی انعامات

سے نوازا۔ لیکن اگر حضرت خدیجہؓ کو یہ معلوم ہوتا کہ انہیں ایک دن یہ اعزاز حاصل ہونے والا ہے کہ تمام عالم اسلام انہیں اُم المومنین کہے گا اور قیامت تک اُن کی نسل کو معزز اور مکرم قرار دیا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ محض اس عزت اور مقام کے حصول کے لئے ایمان لاتیں تو اُن کا ایمان لانا اُن کے کس کام آتا۔

اسی طرح ابوجہل جو سمجھتا تھا کہ میں محمد رسول اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو مار ڈالوں گا اور اسلام کو مٹا دوں گا۔ اگر اُس کو یہ علم ہوتا کہ اُس کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود اسلام دنیا میں پھیل جائے گا اور دنیا میں اُس کا نام لعنت کے ساتھ لیا جائے گا بلکہ خود اس کا بیٹا اسلام میں داخل ہو جائے گا اور وہ اسلام کے لئے دشمنوں سے لڑتا ہوا مارا جائے گا۔ تو وہ کبھی اسلام کے خلاف اپنی آواز بلند نہ کرتا۔

غرض اگر پردۂ غیب حائل نہ ہوتا

تو نہ ابوبکرؓ ابوبکرؓ ہو سکتا نہ ابوجہل ابوجہل بن سکتا۔ لیکن جہاں دینی اور دنیوی کامیابیوں کا پردۂ غیب کی وجہ سے چلنا ضروری ہے وہاں مومنوں کے ایمان کی ترقی انکشافِ غیب سے تعلق رکھتی ہے۔ جب انبیاء دنیا میں آتے اور لوگوں کو غیب کی خبریں سُناتے ہیں۔ اور پھر مخالف حالات میں ان کی بتائی ہوئی خبریں پوری ہو جاتی ہیں تو دلوں میں ایک نیا ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی اس طرح عریاں ہو کر لوگوں کے سامنے آ جاتی ہے کہ اُس کے وجود کا کوئی دیانتدار انسان انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دفعہ کپورتھلہ کے احمدیوں اور غیر احمدیوں کا وہاں کی ایک مسجد کے متعلق مقدمہ ہو گیا جس جج کے پاس یہ مقدمہ تھا اُس نے مخالفانہ رویہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ اس پر کپورتھلہ کی جماعت نے گھبرا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعا کے لئے خط لکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے جواب میں انہیں تحریر فرمایا کہ

اگر میں سچا ہوں تو مسجد تمکو مل جائیگی

مگر دوسری طرف جج نے اپنی مخالفت بدستور جاری رکھی اور آخر اس نے احمدیوں کے خلاف فیصلہ لکھ دیا۔ مگر دوسرے دن جب وہ فیصلہ سُنانے کے لئے عدالت میں جانے کی تیاری کرنے لگا تو اُس نے نوکر سے کہا مجھے بُوٹ پہنا دو۔ نوکر نے ایک بُوٹ پہنایا اور دوسرا ابھی پہنا ہی رہا تھا کہ کھٹ کی آواز آئی۔ اُس نے اوپر دیکھا تو

جج کا ہارٹ فیل ہو چکا تھا

اُس کے مرنے کے بعد دوسرے جج کو مقرر کیا گیا۔ اور اُس نے پہلے فیصلہ کو بدل کر ہماری جماعت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ جو دوستوں کے لئے ایک بہت بڑا نشان ثابت ہوا۔ اور اُن کے ایمان آسمان تک جا پہنچے۔

غرض اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے انبیاء کے ذریعہ متواتر غیب کی خبریں دیتا ہے۔ جن کے پورا ہونے پر مومنوں کے ایمان اور بھی ترقی کر جاتے ہیں۔ یہ غیب کی خبروں کا ہی نتیجہ تھا کہ جو لوگ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُن کے دل اس قدر مضبوط ہو گئے کہ اور لوگ تو موت کو دیکھ کر روتے ہیں۔ مگر صحابہؓ میں سے کسی کو جب خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کا موقعہ ملتا تو وہ خوشی سے اُچھل پڑتا۔ اور کہتا فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ آخر یہ روح اُن کے اندر کہاں سے آ گئی تھی۔ یہ وہی روح تھی جو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبریں بتا بتا کر مومنوں کے اندر پھونک دی تھی۔ اگر اُن پر انکشافِ غیب نہ ہوتا تو وہ اس اعلیٰ مقام پر کبھی نہ کھڑے ہو سکتے جس پر مسلمان پہونچے۔ پس یہ دونوں چیزیں اپنی اپنی جگہ بنی نوع انسان کے لئے منفعت بخش ہیں۔ غیب بھی اپنی جگہ فائدہ مند ہے۔ اور انکشافِ غیب بھی اپنی جگہ نفع رساں ہے۔ ساری لذتیں غیب کے ساتھ وابستہ ہیں

ولادت خاکسار کے ماموں مکرم جناب عبدالحمید صاحب کو مورخہ ... کو خدا تعالیٰ نے دوسرا لڑکا عطا فرمایا ہے۔ نومولود خاکسار کا نسبتی بھائی ہے۔ تمام احباب کرام سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور نیک صالح اور خادمِ دین بنائے آمین۔ خاکسار محمد عمر ... بادی

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی گلگتہ میں تشریف آوری (بقیہ صفحہ ۱۲)

گذر رہے ہیں۔ کسی قوم کی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ اتنی طویل مدت تک انتظار نہیں کرتا۔ احمدیوں کو ترقی کی کوئی نئی راہ نکالنی ہوگی یا طریق کار میں تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ فرمایا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے اصول پر چلنے سے بائیس سال میں چالیس کروڑ انسان کی نجات کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ چالیس ہزار سال اور بائیس سال کا ریاضیاتی تناسب حیرت انگیز تو ہے لیکن حدِ امکان کے اندر ہے۔

وقف جدید کی افادیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے تبلیغی نظام کی بے انداز تشکیل کی ہے اور اس کے نتائج خوشکن نظر آ رہے ہیں۔

مکرم مرزا طاہر احمد صاحب کی تقریر کے بعد جناب مولوی بشیر احمد صاحب فاضل نے اپنے لائق مہمان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ خدام کو چاہیئے

علمی دنیا پر مسلمانوں کے احسانات

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

آخری قسط

VI علم طب کا انحصار "ارسطو" کی تصانیف
علم طب میں شروع میں عربوں پر تھا۔ بعد ازاں انہوں نے تجربات و مشاہدات شروع کئے۔ اور اس علم میں بہت زیادہ ترقی کی۔ اور اس فن کی خدمت بھی خوب کی۔ اور قرابادینیں تیار کیں۔

طبی دنیا میں حکیم بوعلی ابن سینا (AVICENNA) جو اپنے وقت کا سب سے زیادہ قابل انسان تھا۔ وہ اپنی ذہنی قابلیتوں کی وجہ سے ایک انسان نہیں بلکہ ایک چھوٹی سی دنیا کہلانے کا مستحق ہے۔ یہ بجا ہوگا کہ ہم اُس کو مشرق کا ارسطو کہیں۔

۲۔ خلیفہ مکتفی باللہ کے زمانہ کے ابوبکر محمد بن زکریا الرازی (RHAZES) "الحاوی" کتاب ۲۰ جلدوں میں لکھی۔

۳۔ اور جابر بن حیان خراسانی (GEBER)

۴۔ زہراوی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان اطباء و حکماء نے جو قابل قدر تصانیف کی ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مسلمان علماء کو بعض بیماریوں کی کنہ و حقیقت اور اُن کے خاطر خواہ علاج کا علم تھا۔ وہ خواص الادویات کے بھی ماہر تھے۔ اُنہوں نے اپنی ریسرچ کو جاری رکھا۔ اور سگ دیوانہ کے کاٹنے سے جنون۔ چیچک۔ خسرہ۔ آنکھ کی بیماریاں جلدی بیماریوں۔ مردوں سے عورتوں اور بچوں کی پوشیدہ امراض کے بارہ میں خوب معلومات مہیا کی ہیں۔

ان اسلامی اطباء کا طریق علاج آج بھی مشرق و مغرب میں جاری ہے۔ اور ان کی شاندار تصانیف مثلاً ابن سینا کی "شفاء" اور "قانون" آج بھی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

عربوں کو دورانِ خون۔ حرکت قلب اور عروقِ شعریہ کا بھی خاص طور پر علم تھا۔ وہ لوگ سرجری (آپریشن) کے بھی ماہر تھے۔ آنکھ کا آپریشن بھی کامیاب طریق پر ہوتا تھا۔ اسی طرح قرطبہ کا "ابو القاسم" جراح خاص طور پر بندش پیشاب۔ پتھری نکالنے کے اپریشن کے لئے مشہور ہے۔ ڈاکٹر ڈونلڈ کیمبل DR. Donal Camp bell فرماتے ہیں۔

کہ مسلمان اطباء کو مریض کو کوئی چیز سونگھا کر بے ہوش کرنے کے طریق کا بھی علم تھا جیسا کہ آجکل کیا جاتا ہے۔

عرب لوگوں نے خدمت خلق کے جذبہ کے پیش نظر ہسپتال تعمیر کروائے چلتے پھرتے مفت دواخانے جاری کئے۔ اور اس فن کی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

VII کیمسٹری
کیمسٹری عربوں کی بہت زیادہ ممنونِ احسان ہے کیونکہ عربوں نے اس علم کو پرانے جادو اور توہمات کے پردوں سے نہ صرف باہر نکالا بلکہ اس کے صحیح طریق کار اور نتائج کے قواعد و اصول بھی مقرر کئے۔ جابر بن حیان خراسانی اس کا موجد ہے۔ علم کیمیا کو بحیثیت سائنس بلاشبہ مسلمانوں نے ایجاد کیا۔ اسی طرح انہوں نے کیمیاوی طور پر دواسازی کے فن کو بھی ایجاد کیا۔ بڑے بڑے مرکبات گندھک کا تیزاب۔ شورے کا تیزاب۔ الکحل اور "ماء المکوک" تیار کئے۔ مسلمانوں نے عرق نکالنے کو پگھلانے۔ پانی کی صفائی و تقطیر کرنے اور کسی مادے کو گرم کر کے بخارات جو ہر بنانے وغیرہ کے آلات ایجاد کر کے اس فن کو مالا مال کر دیا۔ صحیح پیمائش و وزن کیلئے ترازو نکالا۔ محمد بن زکریا الرازی جس نے علم طب پر ۲۰ جلدوں میں "کتاب الحاوی" لکھی تھی۔ علم کیمیا پر بھی ایک کتاب بعنوان "کتاب الاسرار" لکھی۔ جس کا ۱۱۷۸ء میں لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی تھی۔ شہزادہ خالد بن یزید نے بھی علم کیمیا کو ترقی دی اور خود بھی بعض رسائل لکھے۔

VIII علم نباتات الارض
خصوصیت سے مسلمانوں نے علم نباتات اور طبقات الارض کی طرف بھی توجہ دی۔ زمین کے اندرونہ کی تحقیق کر کے پتھر۔ چٹانوں۔ دھاتوں اور معدنیات کے بارہ میں مستند کتابیں لکھیں۔ اسی طرح زلزلوں کے اسباب، علل نظام نہر الاسپانی اور اُن کے اثرات پر بھی معلومات مہیا کیں۔ دھاتوں کی دریافت اور اُن کے خواص و فوائد کے بارہ میں معلومات مہیا کرنے میں عرب لوگوں کو اولیت کا مقام حاصل ہے۔ البغدادی نے زمین کی پیمائش کا طریقہ ایجاد کیا اور اس پر ایک کتاب لکھی۔

IX فن تعمیر
فن تعمیر میں تو مسلمانوں نے وہ کمال کر دکھایا۔ کہ اس بارہ میں اُن کی کامرانیوں اور کامیابیوں کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں۔ اس فن میں مشرق و مغرب میں اُن کے شاہکار امتداد زمانہ کے باوجود آج تک ایک دنیا کو حیران کئے ہوئے ہیں۔

"الحمراء" سپین کی شہرہ آفاق عمارت مسلمانوں کے فن تعمیر کی شان و شوکت اور اس کی عظمت و جلالت پر ایک نہ مٹنے والی شہادت ہے۔ اس اسلامی فن تعمیر کے صدقے میں غرناطہ "فردوس جہاں" اور قرطبہ "حسینانِ عالم کی جائے رہائش" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

لین پول فتح پور سیکری کو آج اُس کی شکستہ حالت میں بھی "ہندی پیپے آئی" کہتا ہے۔ جو اپنے یگانہ روزگار اور رفعت سنگ تراشی و نگار اور عجیب و غریب ساخت کے سبب فنون لطیفہ کے متعلق نہایت خوبصورت اختراعات کا عجائب گھر ہے"۔

اور "تاج محل" آگرہ تو ہر قسم کی توصیف و تعریف سے بالا ہے۔ اُس کو شباب مرمریں حسن و جمال کا ایک مجسمہ کہا جاتا ہے۔ جس کا نقشہ جنات نے بنایا۔ اور جس کی تکمیل پریوں نے کی۔ اور "تھرڈ وفانی" کہتا ہے کہ یہ اتنی خوبصورت عمارت ہے کہ اس کو شیشے کے ایک خول کی ضرورت ہے۔

X منطق و فلسفہ
فلسفہ میں بھی یونانی عربوں کے اُستاد تھے۔ عربوں نے ارسطو، سقراط۔ ایپی کورس۔ ہرقل اور فلاسفہ اسکندریہ کی کتب کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور پھر وہ ان علوم میں اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے۔ عرب فلسفی جن کا اثر یورپ پر ہوا مشہور ابن رشد ہیں۔ جن کو ارسطو کا شارح سمجھا جاتا ہے مگر وہ اپنے اُستاد پر بھی فوقیت لے گیا ہے۔

XI ادبی علوم
عربوں کو اپنی زبان دانی پر فخر و ناز تھا۔ اسی لئے وہ اپنے مقابل پر دوسرے لوگوں کو عجمی یعنی گونگے کہتے تھے۔ اُن کی فصاحت و بلاغت کا علم اُن کی کتب سے ظاہر و باہر ہے۔ قصص و حکایات میں "الف لیلہ" اُن کے ادبی تصورات کا شاہکار ہے۔ مقفیٰ عبارت لکھنے میں بدیع الزمان ہمدانی اور حریری کے نام زبان زد خلائق ہیں۔ شاعری میں تو مسلمانوں سے کوئی قوم آگے نہیں بڑھ سکی۔ جتنے شعراء اس قوم نے پیدا کئے ہیں اور کسی قوم میں نہیں۔ نظموں اور قصائد کا اتنا شوق تھا کہ بہترین اور منتخب قصائد کو بیت اللہ کی چھت سے لٹکائے جانے کا اعزاز ملتا۔ "سبع معلقات" وہ سات قصائد تھے۔ جو بیت اللہ کی چھت سے لٹکائے گئے۔ عرب و عجم میں ابونواس متنبی۔ ابو العلاء۔ امیر خسرو۔ انوری۔ خاقانی نظامی۔ فردوسی۔ ابن ہانی۔ ابن زیدون میر۔ غالب، حالی۔ اقبال۔ ایسے ایسے بے نظیر شاعر مسلمانوں میں پیدا ہوئے ہیں۔ جو اپنے بلندیٔ خیال اور موزونیت سخن کے سبب گوئٹے (Goethe) ملٹن (Milton) اور ڈانٹے سے بھی سبقت لے گئے ہیں جب تک دنیا میں شعر و شاعری قائم ہیں۔ ان شعراء کے کلام نہایت شوق سے پڑھے جاتے رہیں گے۔ اور مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکتے رہیں گے۔

XII اخلاقیات و الہیات
متذکرہ بالا علوم کے علاوہ اخلاقیات والہیات وغیرہ علوم میں بھی مسلمانوں نے بہت ترقی کی۔ اور مسلمانوں میں جنہوں نے ان علوم کے میدانوں میں گھوڑے دوڑائے ہیں۔ ان کی تعداد سینکڑوں سے گذر کر ہزاروں تک پہنچتی ہے مفسرین محدثین۔ مجددین۔ متکلمین اور صوفیاء فقہاء کی صف میں مایہ ناز شخصیتیں نظر آتی ہیں جیسے علامہ ابو حیان۔ علامہ امام فخر الدین رازی۔ امام بخاری۔ امام مسلم۔ امام ابو حنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ احمد بن حنبلؒ۔ امام غزالیؒ۔ سید عبد القادر جیلانیؒ محی الدین ابن عربی۔ ابن حجر عسقلانی۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ان بزرگوں نے مذہبی علوم کو ہر پہلو سے مکمل کرنے اور انہیں ترقی دینے کی بے لوث سعی و خدمت کی۔ ان قیمتی علمی خزائن سے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ دنیا کو مالا مال کر دیا ہے۔ تفاسیر۔ احادیث۔ فقہ۔ علم کلام وغیرہ پر مشتمل بے حساب لٹریچر ہر اسلامی ملک میں موجود رہے۔

پس یہ ہیں نبی عرب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے علمی کارنامے۔ وہ جو صدیوں کی بے ہوشی کی نیند سوئے ہوئے تھے۔ اور جاہل محض تھے۔ اپنے اُمّی نبی سے تعلیم حاصل کر کے ہر علم اور فن میں دنیا کے اُستاد بن گئے۔ وہ خلیفہ بادشاہ بنے۔ انہیں میں سے جرنیل اور فاتح ہوئے۔ ان میں سے ہی مشہور فلاسفر۔ ہیئت دان۔ ریاضی دان جغرافیہ دان۔ کیمیا کے ماہر ہوئے۔ اُن میں سے ہی صوفیاء اور مجددین ہوئے۔

غرضیکہ مسلمانوں نے روحانیات و مذہبیات کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم کو اس پایہ تک چڑھایا کہ تاریخ عالم میں اُن کے نام سنہری حروف میں لکھے ہوئے ہیں جن کو زمانے کی کوئی گردش کوئی انقلاب نہیں مٹا سکتا۔ عیسائیت اپنی جگہ اُن کے علوم کے نقوش کو مٹا دینے میں ج

عقیدہ نسخ فی القرآن اور بھاگلپوری مولانا شاہجہان صاحب

(۱)

از مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل مبلغ انچارج صوبہ بہار مقیم [illegible]

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نکلا ٭ پاک ہے وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

گذشتہ سال ہمارا تبلیغی وفد صوبہ اڑیسہ و بہار کا دورہ کرتا ہوا جب بھاگلپور پہونچا تو معلوم ہوا کہ اس علاقہ میں ایک فاضل و خطیب مولانا شاہجہان صاحب قرآنی آیات کو منسوخ قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اور بالخصوص عقیدہ نسخ کی آڑ لے کر جماعت احمدیہ کو اپنی مخالفت کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ یہ معلوم کر کے ایک "مجلس مذاکرہ" کی یاد تازہ ہو گئی جسے بطور اختصار اس مقام پہ بیان کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

مجلس مذاکرہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آج سے تقریباً تین سال قبل جبکہ خاکسار بھاگلپور میں مقیم تھا جناب سید صدر الدین صاحب بی۔ ایس۔ سی ایک احمدی نوجوان کے ذریعہ سے مولانا موصوف اور خاکسار کے مابین تبادلۂ خیالات کے لئے ایک "مجلس مذاکرہ" منعقد ہوئی۔ مقام انعقاد نتھ پور کا وہ عربی مدرسہ قرار پایا جس کے "معلم اعلیٰ" خود مولانا موصوف ہی تھے۔ مولانا ساجد اللہ صاحب اور مولانا مصطفیٰ صاحب آپ کی معیت میں معاون خاص کے طور پر تھے۔ قرآن کریم کی آیت "فلما توفیتنی" زیر بحث تھی۔ اور مسئلہ حیات و ممات مسیح زیر نظر۔ دوران بحث میں ہی مولانا ساجد اللہ صاحب نے آیت زیر بحث میں مستعمل لفظ "توفی" کے معنے وفات اور قبض روح تسلیم کر لئے۔ اور مطالبہ کرنے پر وہ اپنے مسلمہ معنے لکھ کر دینے پر بھی آمادہ ہو گئے۔ لیکن مولانا شاہجہان نے انہیں باصرار لکھنے سے منع کیا اور اس طرح ان دونوں علماء کے مابین دوران بحث ہی ایک اختلافِ عظیم پیدا ہو گیا مولانا ساجد اللہ صاحب نے لفظ "توفی" کے تسلیم شدہ معنی لکھنے سے اقرار کے بعد انکار کر دیا اور مولانا شاہجہان صاحب نے اپنی طرف سے ایک اصل پیش کر دیا کہ اس باب و مادہ (یعنی باب تفعّل اور مادہ وفی) سے کوئی فعل استعمال ہوا ہو اور اس کے سیاق و سباق میں موت کا کوئی قرینہ نہ پایا جاتا ہو۔ اور وہاں معنے بھی وفات و قبض روح کے ہی ہوں۔ ایسا مقام آپ قرآن کریم سے ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ اور ساتھ ہی ساتھ غضبناک لہجہ اور اندازِ استکبار میں فرمایا کہ آپ ہرگز ایسا نہیں دکھا سکتے ولو کان بعضکم لبعض ظہیراً۔ لیکن جب اسی وقت خاکسار نے سورۂ یونس کے آخری رکوع سے قرآن کریم کے یہ الفاظ پیش کر دیئے کہ

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ
الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ

اور اس کے ساتھ ہی انہی کی لائبریری سے ایک باترجمہ قرآن کریم اٹھا کر اس کا یہ ترجمہ بھی پیش کر دیا کہ

"اور وہ تمہاری جان نکالے گا"

تو مولانا نے قرآن کریم ہاتھ میں لیا اور اس مقام کے سیاق و سباق کو گہری نظر سے جو دیکھا مار بعض تفاسیر کی بھی چند منٹ تک ورق گردانی کی اور بالآخر تفسیر جلالین کا زیر بحث مقام نکالا اور وہاں بھی اس کی تشریح میں "بقبض ارواحکم" لکھا ہوا پایا۔ تب مولانا موصوف ایسے ساکت اور محوِ حیرت ہوئے کہ آپ کی اس معنی خیز خاموشی سے پوری مجلس متاثر ہوئی اور آخر تبادلہ خیالات کا اختتام اسی حالت پر ہو گیا۔ اور مولانا کی آتش غضب بغض سے بھی تبدیل ہو کر رہ گئی۔

جذبۂ انتقام مذکورہ "مجلس مذاکرہ" کے بعد مولانا موصوف کا رجحان نسخ فی القرآن کی طرف ہو جانا۔ اور اسے آڑ بنا کر احمدیت کی مخالفت کرنا بتاتا ہے کہ درحقیقت شعوری یا غیر شعوری طور پر یہاں جذبۂ انتقام کار فرما ہے۔ اور اس میں اس قدر غلو اختیار کیا گیا ہے کہ اس کی زد خود قرآن کریم پر پڑتی ہے۔ کیونکہ متاخرین کی تعریف نسخ کے مطابق اگر قرآن کریم میں اصطلاحی نسخ تسلیم کر لیا جائے تو قرآن کریم کی کسی بھی آیت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور مد مقابل نہایت آسانی کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ میرے نزدیک یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ قائلین نسخ نے خود بھی ناسخ و منسوخ آیات کے احصاء و تعیین اور حد بندی پہ اتفاق نہیں کیا اور جہاں وہ قرآنی آیات میں تطبیق نہیں دے سکے وہاں بزعم خود نسخ کا حکم لگا دیا ہے۔ اور اس طرح پانچ آیات سے لے کر پانصد بلکہ اس سے بھی زیادہ قرآنی آیات کو منسوخ قرار دے دیا گیا ہے۔ ایک شخص کھڑا ہو کر یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اب نمازیں ادا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ایسی تمام آیات لاتقربوا الصلوٰۃ سے منسوخ ہو چکی ہیں۔

سیف مہند چاہیئے تو یہ تھا کہ مولانا احمدیت کی اس فتح نمایاں کو دیکھ کر احمدیہ لٹریچر کا بنظر غائر مطالعہ فرماتے اور تلاش حق کے لئے کمر ہمت باندھتے کیونکہ مجلس مذاکرہ میں احمدیت کی فتح کا مدار "قرآن حکیم" کی آیات پر تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے تدبر سے کام نہیں لیا اور قرآن کریم کی آیات و براہین پیش کرنے کی بجائے اس کی مقدس و مطہر آیات کو منسوخ قرار دینے کو آسان سمجھ لیا ہے۔ لیکن مولانا موصوف اور آپ کے ہمنوا علماء کو یقین کر لینا چاہیئے کہ اس علمی دور میں احمدیت صداقت کی وہ چمکتی ہوئی "سیف مہند" ہے کہ وہ ان کمزور ہاتھوں میں بھی براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ سے مشرق و مغرب کو اپنا شکار بنا رہی ہے۔ اور مخالف جس پہلو سے بھی اس "شجر طیب" کی کسی شاخ مثمرہ کو کاٹنا چاہتا ہے۔ وہ خود اس کا شکار بن جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ احمدیت اسلام کی نشأت ثانیہ ہے اور عقیدہ حیات مسیح اور نسخ فی القرآن وہ زبردست ہتھیار ہیں جو خود غیر احمدی علماء نے مسیحیت اور بہائیت کے ہاتھوں میں دے رکھے ہیں۔ جنہیں وہ اسلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ ایسے علماء دین کا احمدیت کی مخالفت کرنا ایک طبعی امر ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اس مختصر ہمدردانہ تنبیہ کے ساتھ ہم مولانا کے اعتراض کا تجزیہ و رد پیش کرتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اعتراض مولانا کا اعتراض یہ ہے کہ قرآن کریم میں "ماننسخ من آیۃ" کے الفاظ آئے ہیں اور حدیث شریف میں قرآنی آیات کے متعلق ناسخ و منسوخ کے الفاظ کا استعمال ہوا ہے۔ لہذا کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ قرآن کریم اور حدیث کے اس استشہاد کو جھٹلا کر نسخ فی القرآن کا انکار کردے۔ مزید برآں یہ کہ قرآن کریم اور احادیث میں ان الفاظ کو دیکھ لینے کے بعد ہمیں اس عقیدہ کے رد میں کسی قسم کے دلائل سننے کی ضرورت نہیں ہے۔

ختم فی القرآن مولانا کا یہ انوکھا انداز تخاطب معلوم کر کے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ کہتے ہیں ایک موقعہ پر بریلوی اور اہلحدیث علماء کے درمیان مناظرہ ہو رہا تھا۔ ختم دلانے (فاتحہ خوانی) کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ دوران بحث میں اہلحدیث مناظر نے کہا کہ اگر آپ قرآن کریم سے مروجہ "ختم" ثابت کر دیں تو میں آپ کی بات مان لوں گا۔ اس پر بریلوی مناظر نے جھٹ قرآن کریم کی یہ آیت پیش کر دی "ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم غشاوۃ" اور کہا دیکھئے اس آیت کریمہ میں "ختم" کا لفظ موجود ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ "ختم دلانا" ثابت۔۔۔۔ اس پر اہل حدیث عالم نے جواباً کہا کہ براہ مہربانی آپ اس آیت کریمہ کے معانی اور تفسیر بیان کر کے اس مروجہ "ختم" پہ چسپاں کر کے دکھا دیں جس کے آپ قائل ہیں۔ بریلوی عقیدہ کے عالم نے برجستہ جواب دیا کہ جناب! ہمارا فرض اتنا ہی تھا کہ ہم قرآن کریم سے لفظ "ختم" دکھا دیں۔ لہذا اس سے زیادہ ہم اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں اب مولانا شاہجہان صاحب کے اس اعتراض کا جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو یہاں بھی یہی حقیقت پنہاں نظر آتی ہے۔

آیت "ماننسخ" سب سے پہلے اعتراض کے اس جواب دیا جاتا ہے۔ جس کا تعلق قرآن کریم کی اس آیت سے ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ
نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ

بقیہ صفحہ ۲

م۔ کامیاب ہوئی۔ نتیجہ اس کا دنیا کے سامنے ہے۔ ساری دنیا متمدن و مہذب بن گئی۔ لیکن اسپین اب بھی زمن وسطیٰ کی اس جہالت اور تاریکی میں مبتلا ہے مسلمان اسپین سے چلے گئے۔ ان کے تمدن و تہذیب کے نشانات بھی مٹا دیئے گئے۔ لیکن ان نشانات کے کھنڈرات سے بقول "گبن پول" اب بھی یہ آواز آ رہی ہے

"مغلوب ہو نہ سکے ہر توں کا بول بالا ہے
اور بدنصیبی وبربادی اسپانیہ کے ناتجربہ کار حال ہے"

مِنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بقرہ)

یہ آیت کریمہ جملہ شرطیہ پر مشتمل ہے "مَا" کلمہ شرط ہے جس نے ننسخ کو جزم دی ہے لہٰذا اس آیت کے معنے یہ ہیں:-

"اگر ہم کسی آیت کو منسوخ کر دیں یا اسے بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس کے مانند لاتے ہیں کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

قائلین نسخ نے لفظ آیت کی تفہیم میں سخت غلطی کھائی ہے۔ اس جگہ اس لفظ سے قرآنی وحی مراد لے کر یہ حکم لگا دیا ہے کہ قرآن کریم میں بعض آیات ناسخ اور بعض منسوخ ہیں۔ بفرض محال اگر ہم تسلیم بھی کر لیں تو قرآن کریم میں فی الواقع نسخ اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ قائلین نسخ قرآن کریم سے یہ ثابت نہ کر دیں کہ خود اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت کو فلاں آیت کے ذریعہ سے منسوخ قرار دے دیا ہے کیونکہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور شرط کے لئے متحقق ہونا ضروری نہیں ہوتا بلکہ شرط کبھی مستحیل پر بھی داخل ہو جاتی ہے۔

امور ممکنہ

اس موقع پر قائلین نسخ یہ سوال پیش کرتے ہیں کہ بلاشبہ شرط کا متحقق ہونا ضروری نہیں ہوتا لیکن شرط ہمیشہ امور ممکنہ پر داخل ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

لفظ آیت متعدد معانی کا جامع ہے حکم، رسالت، دلیل، معجزہ اور کتب لغت اس کے معنے ثابت ہیں (تاج العروس) اور قرآن کریم کی متعدد آیات میں یہ لفظ نشان، دلیل، معجزہ کے علاوہ احکام تورات کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے۔ پس اگر احکام تورات یا شرائع سابقہ، نشانات و معجزات ترک کر کے اللہ تعالیٰ اس سے بہتر یا اس جیسے نشانات و احکام لے آتا ہے تو ہمیں اس سے انکار نہیں۔ ہمارے عقیدہ کی بنیاد تو یہ ہے کہ قرآن کریم اصطلاحی نسخ سے مستثنیٰ ہے اور یہ تمام الہامی مذاہب و کتب پر قرآن کریم کو ایک خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ اور اگرچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات کو منسوخ ہونے سے مبرا قرار دیا ہے۔ لیکن پھر بھی ناسخ ہونے کے مقام پر قرآن کریم اب بھی ہے۔ کیونکہ وہ شرائع سابقہ کا ناسخ ہے۔ پس آیت زیر بحث میں بھی شرط امور ممکنہ پر ہی داخل ہوئی ہے

حفاظت و تکمیل

اس موقعہ پر ایک اور سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ قرآنی وحی کو نسخ سے کیوں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جبکہ شرائع سابقہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل ہوئی تھیں وہ کیوں محل نسخ قرار دی گئیں؟

قائلین نسخ کے لئے تو اس سوال کا جواب اسی قدر کافی ہوگا کہ قرآن کریم کو استثنائی صورت دینا انسانی تخیلات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ اسی احکم الحاکمین کا فیصلہ ہے جس نے قرآن کریم کو حق و صداقت کے ساتھ نازل فرمایا۔ اور جس کی حکمت بالغہ نے قرآنی وحی کے مکمل و محفوظ ہونے کا وعدہ فرمایا محل استدلال قرآن کریم کی یہ دو آیات ہیں۔ "الیوم اکملت لکم دینکم الخ" اور "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون"

پس شرائع سابقہ مختص الزمان اور مختص الاقوام ہونے کے اعتبار سے قابل نسخ و نسیان ٹھہرا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت و تکمیل کے وعدے نہ تھے اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی مگر قرآن کریم کل عالم کی تعلیم ہمیشہ کے لئے نازل ہوئی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حفاظت و تکمیل کے بلند و بالا وعدے اس کے ساتھ نازل فرما دیئے لہٰذا قرآنی آیات نسخ و نسیان سے مبرا قرار دی گئیں۔

لفظ آیت

ہمیں اس بات سے سخت تعجب ہوتا ہے کہ قائلین نسخ اگر لفظ آیت سے صرف کلام الٰہی کا ہی ایک حصہ مراد لیتے ہیں تو اسے قرآن کریم تک ہی کیوں محدود کر دیتے ہیں۔ جبکہ لفظ آیت جس طرح قرآن کریم کے فقرات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح تورات کے احکام و آیات پر بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ

یعنی تو اور تیرا بھائی میری آیات لے کر (بطرف فرعون) جاؤ۔

اس موقعہ پر آیات سے مراد تورات کی آیات و احکام ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ قرآن کریم کے جو اس وقت تک نازل بھی نہ ہوا تھا۔

پس اگر نسخ سے تورات اور شرائع سابقہ کا منسوخ ہونا مراد لیں تو کوئی عقلی محال لازم نہیں آ سکتا۔ بلکہ قائلین نسخ خود بھی ہمارے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کے نزول سے شرائع سابقہ منسوخ ہو چکی ہیں

سیاق کلام

سیاق کلام بھی اس امر کی پوری پوری وضاحت کرتا ہے کہ اس آیت کا تعلق شرائع سابقہ سے ہے جن کو قرآن کریم نے منسوخ قرار دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

یعنی اہل کتاب اور مشرکین تم پر کسی خیر (کتاب الٰہی) کا نازل ہونا پسند نہیں کرتے (اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح ہمارا دین منسوخ ہو جاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے اپنی رحمت کی تخصیص فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم کوئی بات منسوخ کرتے یا بھلا دیتے ہیں۔ تو اس سے بہتر یا اس کے مثل شریعت نازل بھی کر رہے ہیں (لہٰذا اہل کتاب اور مشرکین کی ناپسندیدگی بے محل ہے) پس سیاق کلام سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت "ما ننسخ" کا تعلق شرائع سابقہ سے ہے جنہیں قرآن کریم نے منسوخ قرار دے دیا ہے۔ اور اس آیت کریمہ میں شرائع سابقہ کی منسوخی کو مدلل طریق سے ثابت کرنے کا ایک اصل بتا دیا گیا ہے

او ننسہا

"او ننسہا" کا لفظ بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس آیت کا تعلق قرآنی آیات کی منسوخی سے نہیں ہے کیونکہ قائلین نسخ کے عقیدہ کے مطابق او ننسہا کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض آیات قرآنی نازل ہونے کے بعد بھول جاتی تھیں اور پھر بجائے ان ہی آیات کے دوبارہ نازل ہونے کے اس جیسی آیات نازل ہو جاتی تھیں۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھول جانے والی آیات کیوں دوبارہ نازل نہیں ہو جاتی تھیں اور ان کی جگہ پر ان جیسی آیات نازل ہونے میں کیا حکمت تھی؟ .... البتہ اگر ہم لفظ آیت سے سابقہ شرائع اور ان کی آیات مراد لیں۔ تو یہ دقت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ بہت سے احکام یا آیات جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئے تھے ان کا ایک حصہ ایک مدت دراز گزر جانے کی وجہ سے فراموش ہو چکا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حسب مصلحت ان سے بہتر یا ان جیسے احکام یا آیات نازل فرما دیں۔

...... نیز حدیث و تاریخ سے اس بات کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ فی الواقع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی آیت کو بھول گئے تھے جس کی مثل کوئی اور آیت نازل ہوئی

پس اس سے ثابت ہوا کہ "او ننسہا" کا تعلق بھی شرائع سابقہ سے ہے جو کہ مقابل پر بھول جانے والی آیات کے مثل آیات قرآن کریم میں نازل ہوئیں

مرجع ضمائر

آیت زیر بحث میں "ننسخ"، "ننس"، اور "نأت" کی ضمائر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کسی کلام الٰہی کا منسوخ کرنا یا بھلا دینا یا اس سے بہتر یا اس کے مثل لے آنا اللہ تعالیٰ نے اپنے حق و اختیار میں رکھا ہے۔ اور یہ حق کسی ناظر یا مفسر کو نہیں دیا گیا۔ لہٰذا کسی بھی فرد و بشر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی کم فہمی سے قرآن کریم میں جہاں تعارض و تضاد محسوس کرے وہاں ناسخ و منسوخ کا حکم لگا دے۔

قائلین نسخ کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ جہاں کہیں وہ دو قرآنی آیات میں تطبیق نہیں دے سکے وہاں انہوں نے نسخ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ متکلم کی ضمائر بتا رہی ہیں کہ یہ حق و اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ پس قائلین نسخ سے ہمارا یہ سوال ہے کہ وہ قرآن کریم سے جو خدا تعالیٰ کا کلام ہے ایک ہی آیت دکھا دیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی آیت قرآنی کو منسوخ قرار دیا ہو۔ ... اور اگر وہ قرآن کریم سے یہ بات ثابت نہ کر سکیں۔ اور ہرگز ثابت نہ کر سکیں۔ اور ہرگز ثابت نہ کر سکیں گے۔ اور ہرگز ثابت نہ کر سکیں گے تو ہماری طرف سے اس کا منطقی جواب یہی ہوگا کہ اذا فات الشرط فات المشروط

نیز عقل و درایت بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس پایۂ اعتبار سے ہم اس بین الدفتین قرآنی مضمون کو خدا تعالیٰ کا کلام یقین کرتے ہیں اگر کوئی قرآنی آیت منسوخ ہو چکی ہے تو اس کا ثبوت بھی اسی پایۂ اعتبار کا ہونا چاہیئے۔ پس آیت کا منسوخ کرنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ اختیار میں ہے نہ کہ علماء اور مفسرین کے اختیار میں اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود کسی قرآنی آیت کو بالفعل منسوخ قرار نہیں دیا تو کسی مفسر یا مجتہد کا قول و اجتہاد قابل قبول نہ ہوگا۔ چنانچہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ بھی تفسیر اتقان میں ابن الحصار کا یہ قول درج فرماتے ہیں:-

"لا یعتمد فی النسخ قول عوام المفسرین بل ولا اجتہاد المجتہدین من غیر نقل صریح ولا معارضة بینة" (اتقان جلد ۲ صفحہ [illegible])

کہ نسخ کے بارہ میں عام مفسرین کے قول پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا بلکہ نقل صریح اور

محترم مولانا مولوی محمد سلیم صاحب فاضل سابق مبلغ بلاد عربیہ چک امبریج میں

الحاج مولانا مولوی محمد سلیم صاحب فاضل جو بلاد عربیہ وغیرہ میں کئی سال تک فریضۂ تبلیغ ادا کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو مختلف رنگوں میں تبلیغ کے میدان میں کام کرنے کی توفیق دی۔ وہاں کے بڑے بڑے علماء سے آپ کے کامیاب مناظرے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں آپ کو فتح عطا کی۔ عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی ان کی بحث ہوئی اور حضرت مولوی صاحب کے سوالات کا جواب نہ دے کر اس بحث کو ختم کر دیا کہ ان سوالات کے جواب کے لئے کافی وقت درکار ہے۔

بلاد عربیہ سے واپسی پر الحاج حضرت مولوی صاحب ہندوستان میں مختلف جگہوں میں مبلغ رہے۔ کلکتہ سے دہلی میں تبدیل کئے گئے۔ آجکل دہلی میں احمدیہ مشن کے انچارج ہیں۔ اب وہاں سے بسلسلہ رخصت کشمیر کی سیر کے لئے تشریف لائے ہیں۔ آپ کا ایک صاحبزادہ بھی بحالی صحت کے لئے آپ کے ہمراہ ہے حضرت مولوی صاحب مع اپنے فرزند کے شورت۔ کنی پورہ آئے تھے۔ وہاں چند دن قیام کے بعد مورخہ ۱۷/مئی بروز جمعرات یاڑی پورہ تشریف لائے۔ چونکہ وہاں پراونشل امیر جماعت کشمیر میر غلام محمد صاحب نہیں تھے وہ سرینگر گئے ہوئے تھے۔ ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے میرے ایک عزیز عنایت اللہ خان ابن راجہ نصر اللہ خان صاحب اپنے ہاں چک امبریج لے آئے اور بڑے جوش اور محبت سے حق خدمت ادا کیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ۱۸/مئی بروز جمعہ بوجہ بارش کے اعلان کیا گیا کہ جمعہ بجائے یاڑی پورہ کے چک امبریج میں پڑھا جائے گا۔ مسجد میں جگہ ناکافی ہو جانے پر میں نے اپنا مکان پیش کیا تین کمرے عورتوں مردوں سے پُر ہو گئے۔ یاڑی پورہ۔ نونہ بٹی۔ براز لو سے دوست آ گئے۔ مکرم مولوی عبد الرحیم صاحب مبلغ بھی اپنی ڈیوٹی حضرت مولوی صاحب کے ساتھ دے رہے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب مکرم نے پُرلطف خطبہ ارشاد فرمایا۔ نمازوں کی پابندی چندوں کی ادائیگی اور صدقات وغیرہ کی ادائیگی پر زور دیا۔ اور فلسطین وغیرہ کے تبلیغی حالات سنائے۔ جن سے لوگ بہت مسرور ہوئے نماز کے بعد مولوی عبد الرحیم صاحب نے وقف جدید اور چندہ نشر و اشاعت کی ادائیگی کی تحریک کی۔

مورخہ ۱۹/مئی کو مکرم پراونشل امیر صاحب بھی سرینگر سے آ گئے اور سیدھے حضرت مولوی صاحب کے پاس پہنچ گئے اور ان کو دعوت دی کہ پہلے یاڑی پورہ تشریف لے چلیں۔ ۲۰/مئی کی صبح کو ہم حضرت مولوی صاحب کے ہمراہ یاڑی پورہ چلے گئے۔ کھانا کھانے کے بعد مسجد میں کئی ایک غیر احمدی بھی آ گئے۔ نماز ظہر کے بعد ایک ملاں نے بہت سے اعتراضات لکھ کر لائے تھے۔ وہ حضرت مولوی صاحب کو دیئے جن کے تسلی بخش جوابات اللہ کو ل گئے جس سے اس کی تسلی ہو گئی۔ عصر کی نماز تک حضرت مولوی صاحب تبلیغ کرتے رہے اور بعد نماز عصر پھر چک تشریف لے آئے۔

مورخہ ۲۱/مئی کو حضرت مولوی صاحب ناسنور وغیرہ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ اب ان کی واپسی کے بعد یاڑی پورہ میں ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا جائے گا۔ دوست دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو مفید بنائے۔

خاکسار راجہ غلام محمد خاں صدر جماعت احمدیہ چک امبریج کشمیر

میں افراد اور سیکرٹریان جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں روحانی اور تربیتی اصلاح کے ساتھ نادہندوں اور شرح سے کم چندہ دینے والوں کے بارے میں اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیئے تاکہ ان میں بھی قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور یہی اپنے دوسرے بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے ثواب میں شریک ہو سکیں۔

اگر عہدیداران جماعت نادہندہ افراد کے متعلق اپنی ذمہ داری کا صحیح احساس کریں تو خدا کے فضل سے آمد میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے۔ ناظر بیت المال قادیان

خدام الاحمدیہ کلکتہ کا ایک تبلیغی دورہ

مجلس خدام الاحمدیہ کلکتہ کی ایک قرارداد کے بموجب خدام کا بارہ افراد پر مشتمل ایک تبلیغی وفد مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل کی سرکردگی میں ۲۰/مئی ۱۹۶۲ء کو کلکتہ سے چالیس میل دور زینبی گاؤں پہونچا۔ وفد صبح ۷ بجے مسجد احمدیہ کلکتہ سے روانہ ہو کر ۱۰ بجے دن میں منزل مقصود پر پہنچا۔ مکرم محمد یوسف صاحب بانی کی ایک کار اور مکرم میاں محمد عمر صاحب سہگل کی ایک جیپ وفد کے ساتھ تھیں۔ خورد و نوش کا سامان بھی رکھ لیا گیا تھا۔ سفر کے جملہ انتظامات مکرم مظہر احمد صاحب بانی قائد خدام الاحمدیہ کی قیادت میں مکمل ہوئے۔

سفر پُرلطف تھا۔ راستہ بھر علمی مسائل پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ کبھی کبھی موٹروں کے عدم تعاون کی وجہ سے خدام کو وقار عمل کا موقعہ بھی مل جاتا تھا۔ بدلی ہوئی صورت حال میں گاڑیاں خدام کے زور بازو سے آگے چلتی تھیں۔ جوش تبلیغ سفر کی کوفت کو زائل کرتا رہا اور کسی حد تک توشۂ لذیذہ کی خوشبو بھی خدام کو تازہ دم کرتی رہی۔

منزل مقصود پر پہونچتے ہی سارے گاؤں میں ہماری آمد کی خبر پھیل گئی۔ تبلیغ کے ایک مخلص احمدی دوست نے لوگوں کو جمع کیا اور مقامی اسکول میں تبلیغی گفتگو چار بجے شام تک ہوتی رہی۔ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب نے موقعہ کی مناسبت سے تبلیغ کی اور مختلف مسائل پر روشنی ڈالی۔ خدام نے بھی اپنے اپنے حلقۂ احباب میں تبلیغ کی۔ اس دورے کا نمایاں اثر یہ تھا کہ تبلیغ کے غیر احمدی دوستوں نے بار بار آنے کی درخواست کی۔ انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا کہ احمدیت کے پیغام پر وہ سنجیدگی سے غور کریں گے قریب کے ایک گاؤں ڈھونسہ میں بھی جعفر ذی اثر ہندو دوستوں کو تبلیغ کی گئی۔ ایک سی آئی ڈی افسر جو ہمارے ورود پر غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے دیر تک پوچھ گچھ کرتے رہے۔ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب نے ان کو احمدیت کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا اور کچھ تبلیغی ٹریکٹ دیئے۔ یہ وفد ۹ بجے شب میں واپس کلکتہ پہونچا۔

اللہ تعالیٰ تمام خدام کو صحیح رنگ میں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

نور عالم احمدی (بنگو سرائی)

وصولی بقایاجات کی طرف توجہ کی ضرورت

یکم مئی ۱۹۶۲ء سے صدر انجمن احمدیہ کا نیا مالی سال شروع ہو چکا ہے گذشتہ مالی سال کے آخر تک جملہ جماعتوں کے بجٹ، وصولی اور بقایا کی پوزیشن کی اطلاع ہر جماعت کے سیکرٹری مال کو بھجوائی جا چکی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ متعدد جماعتوں کے ذمہ لازمی چندہ جات کی کثیر رقوم بقایا ہیں۔ ایسے بقایاجات کی وصولی تب ہی ممکن ہو سکتی ہے جبکہ جماعتوں کے جملہ افراد اور عہدیدار ایک نئے عزم اور ارادہ کے ساتھ بقایادار نادہندہ افراد کو بار بار جھنجھوڑیں اور اس وقت تک دم نہ لیں جب تک کہ وہ بیدار ہو کر اپنی مالی ذمہ داری کو عملی طور پر ادا کرنا شروع کر دیں۔

بنیادی طور پر جو بات جماعتی چندوں میں غیر معمولی اضافہ کا باعث ہو سکتی ہے۔ وہ بجٹ کی صحیح تشخیص اور نادہندوں کے متعلق مؤثر کارروائی کا ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے عہدیداران جماعت کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہمارے بجٹ میں کمی کا بڑا دخل ان نادہندوں کا ہے جو سلسلہ میں شامل ہونے کے باوجود اخلاص کی کمی کیوجہ سے مالی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتے۔ اسی طرح وہ لوگ جو مقررہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دیتے۔ یا بقایوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں انکی غفلت بھی سلسلہ کیلئے نقصان کا موجب ہو رہی ہے پس میں تمام

زکوٰۃ کے بارہ میں چند سوالات

اور

ان کے جوابات

ہندوستان کے ایک مبلغ نے مکرم و محترم ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کی خدمت میں زکوٰۃ کے بارہ میں چند سوالات بھجوائے۔ ان کا جواب مکرم ناظر صاحب موصوف نے مکرم مفتی صاحب سلسلہ احمدیہ ربوہ سے منگوایا۔ ان سوالات اور جوابات کی نقل احباب جماعت کے علم و واقفیت کے لئے شائع کی جا رہی ہے۔

ناظر بیت المال قادیان

سوال

(۱) ایسی جائداد جو مکانوں۔ دکانوں یا ہوٹلوں کی صورت میں ہو اس پر زکوٰۃ عائد ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر زکوٰۃ واجب ہے تو اس کی ادائیگی کس نوعیت سے ہوگی۔ آیا اس ساری جائداد پر مجموعی حیثیت سے ایک ہی بار ہوگی یا ہر سال اس کی زکوٰۃ نکالنا ہوگی مثلاً ایک لاکھ کی جائداد ہے۔ آیا صرف ڈھائی ہزار ایک مرتبہ نکال کر فرض زکوٰۃ سے سبکدوش ہو سکتی ہے یا ہر سال اس پر اڑھائی ہزار یا باقیماندہ مالیت کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

جواب

زکوٰۃ کی معروف شرح اس سرمایہ پر عائد ہوتی ہے جو سال بھر یا اس سے زیادہ عرصہ بیکار پڑا رہا ہو اور کسی تجارت یا صنعتی مصرف میں نہ آیا ہو۔

سوال

(۲) اگر جائداد ہے اور جائداد پر زکوٰۃ حاوی نہیں تو اس سے جو آمدنی ہو رہی ہے۔ کیا اس آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں۔ اگر آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہے تو کیوں اور کس طرح اور اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی۔ مثلاً ایک لاکھ کی جائداد بصورت مکان دوکان ہوٹل ہے کرایہ آ رہا ہے۔ مثلاً دو ہزار آمد کرایہ کی ہے اب اگر ایک سال مدت رکھی جائے۔ تو صرف دو ہزار روپیہ پر ایک سال گذرے گا اور بقیہ بائیس ہزار روپیہ پر تو سال نہیں گذرا۔ اس لئے اس سارے روپیہ کی زکوٰۃ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ مثلاً اس آمدنی سے جو دو ہزار روپیہ ماہوار ہے اس سے اس جائداد کی مرمت جس سے یہ آمد ہو رہی ہے۔ مرمت۔ ٹیکس بجال پر بہت رقم صرف ہو جاتی ہے اور صاحب جائداد کے گذارہ پر بھی رقم خرچ ہو جاتی ہے اور سال کے آخر پر کچھ بچت ہی نہیں تو پھر کیا صورت عمل میں لائی جا سکتی ہے جس سے شریعت کی برکت یا عدم برکت کا سوال ہی پیدا نہ ہو اور وہ مال صاحب مال کے لئے جائز ہو سکے۔

جواب

جو سرمایہ جائداد۔ کرایہ مکانوں۔ دوکانوں اور ہوٹلوں۔ کارخانوں اور ٹرانسپورٹ تجارت وغیرہ میں لگا ہوا ہو اس کی زکوٰۃ ٹیکس میں محسوب ہوگی جو اس دولت پر حکومت کی طرف سے عاید کیا گیا ہو سوائے اس کے کہ انسان احتیاطاً اپنے طور پر زکوٰۃ کی معروف شرح کے مطابق الگ ہی صدقہ ادا کرے۔ یہ انسان کی اپنی مرضی پر ہے شرعی طور پر لازم نہیں۔

ہر قسم کے کاروبار کی آمدن و خرچ اخراجات کے بعد جو بچ رہے وہ سرمایہ کا حصہ ہو جائے گی جس پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس نصاب کے برابر رقم فرض کریں دو ہزار روپیہ یکم جنوری ۱۹۶۱ء کو ہے اور سال کے دوران کچھ رقمیں اس میں شامل ہوتی رہیں یا کوئی رقم شامل نہیں ہوئی۔ لیکن ۱۲ دسمبر کو دس ہزار روپیہ آیا تو زکوٰۃ ساری مجموعی بچت ۲۰۰۰ + سال کے دوران کی بچت + آخر دسمبر کی دس ہزار بچت پر عائد ہوگی۔ گویا بعد میں آنے والی رقموں کے لئے سال گذرنے کی شرط نہیں ہے۔ اور اس میں ہر قسم کا مال از قسم نقدی۔ سونا۔ چاندی جواہرات شامل ہوگا۔ بہرحال بچت پر زکوٰۃ ہے۔ جو رقم سال کے اندر اندر خرچ ہو چکی ہے۔ اس پر معروف زکوٰۃ مذکورہ شرح کے مطابق عائد نہیں ہوگی۔

سوال

(۳) چاندی کے برتنوں کی زکوٰۃ کے مسئلہ پر کیا حکم ہے جبکہ وہ برتن بجائے استعمال میں ہو رہے ہوں یاد رہے کہ چاندی کے برتن ہوٹل کے ہوں ظاہر ہے کہ ہوٹلوں میں نہ صرف مسلم ہی بلکہ غیر مسلم رؤسا بھی ٹھہرتے ہیں یا گورنر۔ وزراء کی پارٹیاں اور ڈنر وغیرہ کے موقعوں کے لئے ہوتے ہوں۔ ٹی سیٹ۔ کافی سیٹ ڈنر سیٹ وغیرہ ایسے برتنوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب

چاندی سونے کے جو برتن تجارتی اغراض کے کاموں میں استعمال ہو رہے ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ وہ تجارتی سرمایہ کا حصہ ہیں۔ البتہ یہ الگ سوال ہے کہ ایسے برتنوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔

سوال

(۴) سونے کا نصاب ۷½ تولہ ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن ایسے زیورات جو استعمال میں رہتے ہیں یا عاریتاً دوسروں کو استعمال کے لئے دیدیئے جاتے ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں ایک شخص جس کے پاس ۷½ تولہ سونا ہے ۵½ [illegible] تولہ استعمال میں رہتا ہے دو تولہ رکھا رہتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں کیونکہ وہ نصاب میں نہیں آتا۔ اس لئے کہ اگر ۷½ تولہ ہوتا تو دو ماشے دو رتی واجب ہو جاتی اب تو صرف ۲ تولہ ہے بقیہ ۵½ تولے تو استعمال ہو رہا ہے۔ اس لئے اگر اس کو منہا کر دیا جائے تو پھر بقیہ پر زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر شامل کر لیا جائے تو فرض ہے۔

جواب

ہمارے نزدیک سونے کے نصاب کے لئے چاندی ہی معیار ہے یعنی جس کے پاس چاندی کے نصاب کے برابر کی قیمت کا سونا ہے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی بکثرت استعمال میں آنے والے معمولی زیورات جو مانگنے پر عاریتاً دے دیئے جاتے ہوں وہ مستثنیٰ ہونگے اور ان کے علاوہ زکوٰۃ کی اغراض کے لئے سونے چاندی کا نصاب مطلوب ہوگا اور یہ زیورات نصاب میں محسوب نہ ہوں گے۔ اس لئے صورت میں نصاب سے کم سونے پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی اور نہ ہی کسور پر زکوٰۃ ہے۔

مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ عام طور پر جو مسائل زکوٰۃ ہیں اُن کی روشنی میں اس عاجز نے تو بہت غور کر لیا ہے اُن کی تہ میں کما حقہ نہیں آتے زمانہ کی ساری ترقیات کے ساتھ ساتھ ان مسائل کی کیفیت بھی کچھ نیا رنگ اختیار کر چکی ہے۔ بہرکیف چاندی۔ سونے۔ بکری۔ اونٹ۔ بھیڑ غلہ۔ کھجور۔ مال تجارت کے مسائل تو واضح ہیں۔ لیکن نئی نئی باتیں جائداد اور نئے طور کے برتنوں کا ذکر کہیں نہیں ملتا اس لئے ان مسائل کو سابقہ اور حالیہ تقریب کے تحت حل کرنا مقصود ہے امید ہے کہ ان مسائل پر روشنی ڈالنا کرم فرمائیں گے تا مبلغ صاحب مطلع کئے جا سکیں۔ (دستخط) خاکسار مرزا وسیم احمد ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان ۶۲-۳-۲۲

اس میں شک نہیں کہ زکوٰۃ کے بارہ میں بالکل کسی نئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔ اور نقدی کے نصاب کا معیار بھی نظر ثانی کا محتاج ہے اس بناء پر یہ مسئلہ بھی اس فہرست میں شامل ہے۔ جو مجلس افتاء کے زیر غور آنے والے ہیں اگر کوئی تبدیلی ہوئی تو اس کی اطلاع بھجوا دی جائے گی۔

(دستخط) سیف الرحمٰن مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ
ربوہ ۲۶ ۴/۶۲

ایک ضروری اعلان

کچھ عرصہ سے یہ امر نظارت ہذا کے نوٹس میں آرہا ہے کہ بعض افراد جماعت جس میں مرکز میں رہنے والے بعض افراد بھی شامل ہیں جماعت کے بعض مخیر اصحاب کو ذاتی خطوط لکھ کر یا کسی کی سفارش ڈلوا کر مالی امداد کی درخواستیں کرتے ہیں اور اس طرح اُن مخیر احباب سے امدادی رقوم حاصل کرتے ہیں۔

اس بارہ میں نظارت ہذا صدر انجمن احمدیہ کے مشورہ سے یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتی ہے کہ تمام ایسے مخیر اصحاب جن کی خدمت میں بعض افراد جماعت مالی امداد کی درخواستیں کرتے ہیں انہیں ذاتی طور پر چونکہ ایسے افراد کے حالات کا صحیح علم نہیں ہوتا اسلئے جب وہ ان کی امداد کرتے ہیں۔ تو بسا اوقات وہ کسی غیر مستحق کی مدد کر رہے ہوتے ہیں۔ ویسے بھی بعض افراد کا مخیر اصحاب کو ذاتی حالات لکھ کر امدادی رقم حاصل کرنا مستحسن فعل نہیں ہے۔ اور جماعت کے مالی نظام پر اثر انداز ہونے والا امر ہے۔

اس لئے جملہ اصحاب کی خدمت میں گذارش کی جاتی ہے۔ کہ جب بھی اُن کے پاس ایسی درخواستیں آئیں تو امداد کرنے سے قبل اگر وہ مرکز کے ذمہ دار اصحاب اور صیغہ جات سے اسبارہ میں رپورٹ لینے کے بعد کوئی قدم اُٹھائیں تو یہ امر مرکز کے منشا کے مطابق ہوگا۔ اور اُن کی امدادی رقوم صحیح مصرف میں خرچ ہوں گی۔ اور صرف مستحق افراد ہی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں گے۔

امید ہے کہ جماعت کے جملہ اصحاب اس بارہ میں مرکز سے پورا پورا تعاون فرماویں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

• نیز سیکرٹری تبلیغ و تربیت۔ مکرم عبدالعزیز صاحب گنائی۔

بمبئی (الحق بلڈنگ) ۷ اکلب بیک روڈ بمبئی ۸

صدر۔ مکرم محمد سلیمان صاحب الحق۔ ۷ اکلب بیک روڈ بمبئی ۸۔ سیکرٹری مال۔ مکرم پی عبدالرزاق صاحب سیکرٹری تبلیغ۔ مکرم بشیر محمد خان صاحب۔ سیکرٹری تعلیم و تربیت مکرم مقتدیر احمد خان صاحب

تقرر عہدیداران جماعت احمدیہ بھارت

یہ تقرر ۳۰ر اپریل ۱۹۶۵ء تک کے لئے منظور کیا جاتا ہے۔
(ناظر اعلیٰ قادیان)

جماعت احمدیہ سکندر آباد۔ آندھرا

امیر۔ محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب آف پینٹہ کنٹہ احمدیہ جوبلی ہال افضل گنج حیدرآباد
نائب امیر۔ مکرم سیٹھ خادم قادر صاحب فرق میسور ممتاز اگربتی سبھاش روڈ سکندر آباد
سیکرٹری تبلیغ۔ ‚‚ یوسف صاحب اللہ دین صاحب۔ سیکرٹری تعلیم۔ مکرم سیٹھ بشیر الدین صاحب اللہ دین
سیکرٹری مال۔ مکرم سیٹھ سید عمر صاحب کامی گوڑہ۔ سیکرٹری امور عامہ ‚‚ سید جہانگیر علی صاحب فلکنما
امام الصلوٰۃ۔ ‚‚ سیٹھ علی محمد صاحب اللہ دین صاحب۔

جماعت کوٹیلہ ڈاکخانہ راگری پارا ضلع کٹک۔ اڑیسہ

صدر۔ مکرم فقیر خاں صاحب۔ نائب صدر و امور خارجہ۔ مکرم شیخ عبدالغفار خاں صاحب۔
سیکرٹری مال۔ مکرم عبدالستار صاحب۔ سیکرٹری تبلیغ۔ مکرم بخشی خاں صاحب
‚‚ تعلیم و تربیت۔ ‚‚ عبداللہ خاں صاحب۔ سیکرٹری ضیافت۔ مکرم ہارون خاں صاحب
‚‚ امور عامہ۔ منور خاں صاحب

یادگیر

امیر۔ محترم سیٹھ عبدالحی صاحب۔ سیکرٹری تبلیغ۔ مکرم سیٹھ محمد الیاس صاحب مالک کارخانہ بیڑی۔
سیکرٹری تعلیم و تربیت۔ مکرم محمد جعفر صاحب وظیفہ یاب۔
‚‚ تحریک جدید و وقف جدید۔ مکرم مولوی بشیر الدین صاحب
‚‚ امور عامہ۔ مکرم سیٹھ محمد عبداللطیف صاحب مالک کارخانہ بیڑی ۲
‚‚ مال۔ مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل
‚‚ ‚‚ نائب۔ مکرم محمد خواجہ صاحب غوری

جماعت پنکال۔ ڈاکخانہ نیا پٹنہ۔ ضلع کٹک اڑیسہ۔

صدر۔ مکرم محمد فرقان علی صاحب۔ سیکرٹری تحریک جدید۔ مکرم مولوی محمد مظفر علی صاحب۔
سیکرٹری مال۔ مکرم محمد خان صاحب۔ سیکرٹری ضیافت۔ مکرم منیر الدین خان صاحب۔
‚‚ امور عامہ۔ محمد لطیف [illegible] صاحب۔
‚‚ تعلیم و تربیت۔ مکرم [illegible] الحق صاحب۔

جماعت احمدیہ [illegible] اباڑا ضلع کٹک اڑیسہ

صدر و سیکرٹری امور عامہ۔ مکرم شیخ [illegible] صاحب بڑا ہاٹ۔
سیکرٹری مال۔ مکرم شیخ بدر الدین صاحب بڑا ہاٹ۔ سیکرٹری تبلیغ و تعلیم و تربیت۔ مکرم عبدالسلام ابراہیم صاحب گورنمنٹ ہسپتال۔ سیکرٹری ضیافت دوصابا۔ مکرم شیخ محمود احمد صاحب بڑا ہاٹ۔

شوپیاں (کشمیر)

صدر۔ مکرم ماسٹر غلام محمد خاں صاحب۔ سیکرٹری مال و تبلیغ۔ مکرم ماسٹر محمد اللہ صاحب فاضل مدرس
سیکرٹری امور عامہ۔ مکرم غلام رسول صاحب۔ سیکرٹری تحریک جدید و وقف جدید ماسٹر محمد رؤف خان صاحب ناظر سرور جماعت

ضروری اعلان

اخبار بدر مجریہ ۱۰ر مئی میں انتخابات کے اعلان میں جماعت احمدیہ سونگڑہ اڑلیسہ کے انتخاب کی جو فہرست شائع کی گئی ہے اس میں آخری نام مکرم سید غلام محمد صاحب کا عہدہ نائب سیکرٹری امور عامہ و خارجہ نظارت ہذا کی طرف سے شائع ہونے کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔ مگر سہو کتابت سے اُن کا عہدہ نائب صدر و امور عامہ و خارجہ لکھا گیا ہے جو درست نہیں ہے۔ احباب درستی فرمالیں۔

نیز نائب سیکرٹریوں کے تقرر کی منظوری مقامی مجلس ہی دے سکتی ہے۔ لہٰذا ان کا عہدہ منسوخ کیا جاتا ہے۔ اگر سیکرٹری امور عامہ کو ضرورت ہوئی تو وہ مقامی مجلس میں اپنی ضرورت پیش کر کے اپنے لئے نائب لے سکتا ہے۔

ناظر اعلیٰ قادیان

سکھ نیشنل کالج قادیان میں ایک تقریب

قادیان ۴ رجون ۔ مقامی سکھ نیشنل کالج (جو تقسیم ملک کے بعد تعلیم الاسلام کالج قادیان کی بلڈنگ میں قائم ہے) کی پوزیشن گذشتہ دو سال سے ڈانواں ڈول سی تھی کیونکہ کالج کے منتظمین اسے چنڈی گڑھ منتقل کرنے کے بارہ میں غور کر رہے تھے ادھر قادیان اور مضافات کے لوگ اسی جگہ کالج کے جاری رکھنے کے خواہشمند تھے ۔ چنانچہ اس کے مطابق منتظمین نے حال ہی میں فیصلہ کیا ہے البتہ انتظام کو زیادہ بہتر بنانے کے لئے ایک نئی کمیٹی کی تشکیل عمل میں لائی گئی ہے

اس تازہ فیصلہ کے پیش نظر کل بروز اتوار آٹھ بجے صبح کالج ہال میں جدید افتتاح کی ایک تقریب عمل میں آئی ۔ جس میں منتظمین کی طرف سے احمدیہ جماعت کے بعض افراد کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی منتظمین کی درخواست پر محترم مولوی عبدالرحمان صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان نے حاضرین سے خطاب کیا جس میں آپ نے اسلامی نقطہ نگاہ سے علم کے فوائد اور اس کی اہمیت کو واضح کیا اور بتایا کہ احمدیہ جماعت نے کن جلیل مقاصد کے پیش نظر آج سے کئی سال پہلے اس عالیشان ادارہ کی بنیاد رکھی ۔ چنانچہ اس وسیع اور بلند اغراض کے ماتحت تقسیم ملک سے پہلے قادیان اور گرد و نواح کے احمدی طلباء کے علاوہ دیگر اقوام کے نونہال بھی اس درسگاہ سے تعلیمی فوائد حاصل کرتے رہے ہیں ۔ آخر میں آپ نے منتظمین کو یقین دلایا کہ انہیں جماعت احمدیہ کی طرف سے ہر ممکن تعاون حاصل رہے گا ۔

محترم مولوی صاحب کے علاوہ اس موقعہ پر جناب سردار گورنمن سنگھ صاحب باجوہ سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ ایم ۔ ایل ۔ اے اور ڈاکٹر کیدار ناتھ صاحب نے بھی تقاریر کیں جن میں کالج کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے قادیان واسیوں سے اس کے چلانے کے لئے ہر ممکن تعاون دینے کی درخواست کی ۔

خبریں

نئی دہلی ۔ ۴ رجون ۔ بہار ایسوسی ایشن نے نائب صدر ڈاکٹر ذاکر حسین کے اعزاز میں ایک تقریب کی ۔ اس میں تقریر کرتے ہوئے نائب صدر نے عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنی ترقی کے لئے تمام کی تمام امیدیں سرکار پر نہ لگائیں بلکہ خود اعتمادی کو بھی اپنائیں ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے کہا کہ حکومت بلاشبہ اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گی کہ لوگوں کا معیار زندگی بلند ہو ۔ لیکن عوام کو بھی اپنی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں ۔ ملک میں اتحاد پر زور دیتے ہوئے ڈاکٹر ذاکر حسین نے کہا کہ اگر بھارت کمزور ہوا تو کوئی بھی بھارتیہ شہری انفرادی طور پر توانا نہیں رہ سکتا ۔ اس لئے ۔ ہر بھارتی کا یہ مقدس فرض ہے کہ قومی بنیادیں مضبوط ہوں ۔ نائب صدر نے کہا کہ بھارت کے تمام صوبے نہایت قیمتی جواہرات ہیں جو ایک خوبصورت انگوٹھی میں جڑے ہوئے ہیں لیکن ان کی خوبصورتی اور حفاظت اسی میں ہے کہ انگوٹھی مضبوط ہو اگر انگوٹھی ٹوٹ جائے تو اس میں جڑے ہوئے قیمتی جواہرات بھی بکھر جاتے ہیں ۔

نئی دہلی ۴ رجون ۔ قومی یکجہتی کونسل نے اخبارات کے لئے جو ضابطہ اخلاق مرتب کیا ہے ۔ اس میں لکھا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اتحاد اور یکجہتی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے تمام سرگرم اقدامات کئے جائیں قوموں کے تئیں رواداری اور مشترکہ شہریت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کی جائے ۔ ذات پات ۔ فرقہ ۔ مذہب ۔ علاقہ یا زبان کی بنا پر علاقائی وفاداریوں کو قومی مفادات کے مقابلہ میں کم کیا جائے

ضابطہ اخلاق میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ لوگوں میں کشیدگی پیدا کرنے یا ملک کو تقسیم کرنے کی کسی کوشش کی حمایت نہ کی جائے ۔ اشتعال پیدا کرنے والی کی عزت ۔ ۔ ۔ طور پر مذمت کی جائے ایسی غیر مصدقہ خبروں کی اشاعت روک دی جائے ۔ منافرت پیدا کرنے والی خبروں کو کبھی نمایاں طور پر شائع نہیں کیا جانا چاہئے ۔ اس قسم کی جو غلط خبریں شائع ہو جائیں ان کی تردید کی جانی چاہئے ۔ اتحاد سے متعلق ۔ ۔ ۔ خبروں کو نمایاں طور پر شائع کیا جائے ۔

نئی دہلی ۴ رجون ۔ کل ڈپٹی وزیر صحت شری ڈی ایس راجو نے لوک سبھا میں بتایا کہ ڈاکٹروں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے گورنمنٹ ملک میں ۱۸ میڈیکل کالجوں کو وسیع کرنے کی سکیم پر غور کر رہی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ چھ ہزار کی آبادی کے لئے ایک ڈاکٹر کے حساب سے تیسرے پانچسالہ پلان کے آخر میں ۹۷ ہزار ڈاکٹروں کی ضرورت ہے ۔ اور توقع ہے کہ اس وقت تک ۸۱ ہزار ڈاکٹر لوگوں کی خدمت کر رہے ہوں گے انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ شہروں کی نسبت دیہات میں ڈاکٹروں کی بہت کمی ہے ۔

دفتر زائرین

رپورٹ کارگذاری بابت جنوری تا اپریل ۱۹۶۲ء

قادیان میں مقامات مقدسہ کی زیارت کی غرض سے جو دوست باہر سے تشریف لاتے ہیں ۔ ان کی سہولت کے لئے نظارت دعوت و تبلیغ کے زیر نگرانی دفتر زائرین بطور گائیڈ ۔ ۔ ۔ امور سر انجام دیتا ہے ۔ اس دفتر کا عملہ زائرین کو مختصر طور پر اسلام و احمدیت کی تعلیمات سے روشناس کرتے ہوئے ان کے ہمراہ جا کر مقامات مقدسہ کی زیارت کراتا ہے ۔ اور واپسی پر انہیں مطالعہ کے لئے مناسب اردو ۔ ہندی ۔ گورمکھی اور انگریزی اور انگریزی لٹریچر بھی پیش کرتا ہے ۔

مکرم میاں اللہ دین صاحب انچارج دفتر زائرین اطلاع دیتے ہیں کہ عرصہ زیر رپورٹ میں ۳ ۔ ۲۹ (دو ہزار نوسو تین) زائرین تشریف لائے جن میں تعلیم یافتہ طبقہ کو واپسی پر مطالعہ کے لئے لٹریچر بھی دیا جاتا رہا ۔ اور زائرین اچھا اثر قبول کرکے واپس تشریف لے جاتے رہے ۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہمیں بہتر رنگ میں خدمات کی توفیق عطا فرماتا رہے ۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ ماہ مئی میں ختم ہو چکا ہے

۲۰۲۵ ۔ مکرمی بابو تاج دین صاحب اوورسیر سرینگر
۱۰۱۳ ۔ ؍؍ امام علی صاحب اودے پور کٹیا
۱۸۶۷ ۔ ؍؍ محمد مظاہر حسین صاحب ڈراگاڈن
۱۲۱۴ ۔ ؍؍ ڈاکٹر مرزا آدم علی بیگ صاحب نیا گڑھ
۲۱۳۲ ۔ ؍؍ مبشر احمد صاحب سادی پور
۲۱۳۹ ۔ ؍؍ ایم کے معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ
۲۱۴۲ ۔ ؍؍ انچارج صاحب ایسوسی ایٹڈ ٹریبس ٹریڈ کلکتہ
۲۱۴۳ ۔ ؍؍ ڈاکٹر حافظ عبدالشکور صاحب عثمانی مدراس ۔
۲۱۴۴ ۔ ؍؍ سید شمس عالم صاحب حسینی گوگی
۲۱۴۵ ۔ مکرمہ امۃ القیوم صاحبہ شنکر پور
۲۱۴۶ ۔ مکرم مظفر احمد صاحب پال جمشید پور
۲۱۴۷ ۔ ؍؍ مسٹر بشیر احمد صاحب عثمانی ترچنا پلی
۲۱۴۸ ۔ ؍؍ منشی کلیم الدین صاحب شاہجہانپور

۲۱۴۹ ۔ مکرمی : حمد حسین صاحب سعیدی وکیل ۔ شوراپور
۲۱۵۲ ۔ ؍؍ سیٹھ رشید احمد صاحب حیدرآباد دکن
۲۱۵۳ ۔ ؍؍ عبدالرزاق صاحب ورکور
۱۴۱۶ ۔ ؍؍ ایم ۔ یو عبیداللہ صاحب رخیہ منجیش وار
۱۹۲۶ ۔ ؍؍ عطاء الرحمٰن صاحب مونگ بنیانیئر
۱۲۲۲ ۔ ؍؍ سید مبشر الدین صاحب سونگڑہ
۱۱۳۷ ۔ ؍؍ مظفر الاسلام صاحب ورناسی کٹنگ
۱۲۲۱ ۔ مکرمی حافظ یاسین صاحب کھیرا
۱۶۷۱ ۔ ؍؍ غلام دستگیر صاحب خنپال
۱۹۰۴ ۔ ؍؍ محمد ناصر صاحب قریشی بریلی
۱۱۸۱ ۔ ؍؍ خلیل الدین صاحب نیپالی
۲۱۹۵ ۔ ؍؍ ایس ۔ اے رضی اللہ صاحب کلکتہ ۔

(مینیجر بدر)